طرف منسوب کیا جاتا ہے، وہ حقیقۃً اُنکے ہین بھی یا نہین، ہر زبان مین عموماً اور عربی زبان مین خصوصاً بکثرت ایسے چھوٹے چھوٹے متفرق جملے موجود ہین جو مختلف اسلاف کی طرف منسوب ہین، حالانکہ عام محاورات اور روزمرہ کی بول چال سے زیادہ اُنکی حیثیت نہین، بہرحال مجموعۂ نصائح ہونے کی حیثیت سے یہ رسالہ ہر نوع مفید ہے، انگریزی اور اردو دونون ترجمے صحیح اور عمدہ ہین، تقطیع چھوٹی، صفحے ۵۷، مؤلف سے کھاری کوان، ریاست رامپور کے پتہ سے طلب کیجئے، قیمت غالباً ۴ر،

سیاحتِ زمین، جس طرح بعض فسانے اور قصص وحکایات کی کتابین اخلاقی اور معاشرتی ضروریات کو پیش نظر رکھکر لکھی جاتی ہین اسی طرح یورپ مین بعض خشک علمی مسئلہ کو دلچسپ اور عام فہم بنانیکے لئے ناول کا پیرایۂ بیان اختیار کیا جاتا ہے، جس سے ایک طرف تو خشک مضامین پرلطف و دلاویز بنجاتے ہین، دوسری طرف عام قصص کی صورت مین ہونے کے باعث ہر شخص کے لئے اسقدر آسان ہوجاتے ہین کہ کسی معمولی سے معمولی فہم کے انسان کے دماغ پر بھی وہ مضامین بار نہین ہوتے، اور دفعتہً بہت دقیق دبار یک تاریخی فلسفیانہ اور جغرافی نکتے اسکے آگے حل ہوجاتے ہین،

سیاحت زمین بھی اسی قسم کا ایک فرانسیسی ناول ہے جسمین ایک شخص کے اسّی (۸۰) دن مین تمام کرۂ ارضی کے سفر طے کرنیکا واقعہ بیان کیا گیا ہے، اسی سلسلہ مین جغرافیہ وریاضی کے چند مسائل بتائے گئے ہین، جو یقیناً ریاضی اور جغرافیہ کی کتابون مین خشک اور دقت طلب مسائل معلوم ہوتے، لیکن اس قصہ کے سلسلۂ بیان مین اسطرح ادا ہوئے ہین کہ ہر شخص باسانی سمجھ سکتا ہے، یہ کتاب عربی، ترکی اور فارسی زبانون مین ترجمہ ہوچکی تھی اب سید محمود اعظم فہمی صاحب نے اسکو فارسی سے ہماری زبان مین منتقل کیا ہے، چونکہ اس کتاب کا زمانۂ تصنیف وہ عہد ہے جب انگریزی حکومت تمام ہندوستان پر مسلط نہین ہوئی تھی، اسلئے ہندوستان کے جغرافیہ مین کسیقدر تساہل ہے، کتاب عام طور پر دلچسپ، پیرایۂ ادا بہتر، زبان صاف اور سلیس، مترجم کی محنت بہمہ وجوہ قابل داد ہے، لکھائی چھپائی عمدہ، تقطیع چھوٹی، صفحہ ۲۲۸، قیمت عہ، پتہ: منیجر دائرہ ادبیہ، بجی گنج، لکھنؤ۔

مجلد سوم | ماہ رمضان المبارک سنہ ۳۷ مطابق جون سنہ ۱۹ | عدد دوازدہم

مضامین

شذرات — مولوی عبد الماجد بی۔ اے — ۶۱۸ - ۶۲۳

معارف کے جدید تغیرات — " — ۶۲۴

مساجد اور غیر مسلم — جناب مولانا ابوالکلام آزاد دہلوی

مصریون کے علوم اور علم انبیات وتمدن — مولوی محمد سعید صاحب انصاری

تاریخ صحف سماوی

ادبیات، اکبر، وحید، ثاقب لکھنوی، شفق عماد پوری، ابوالحسنات نیر ندوی

مطبوعات جدیدہ،

اطلاع ضروری

۱- اس نمبر پر تیسری جلد ختم ہوجاتی ہے، اسلئے آیندہ چوتھی جلد کا پہلا نمبر وی، پی حاضر ہوگا، جن صاحبون کو خریداری منظور نہو وہ یہ رسالہ پہنچتے ہی اپنے ارادہ کی اطلاع دیدین تو بہتر ہے،

۲- نئے سال سے چونکہ معارف مین ضخامت اور مضامین کی نوعیت وکثرت مین اضافہ ہوگا اسلئے بہت سے شائقین کے حسب مشورہ رسالہ کی قیمت للعہ رسالانہ کے بجائے (۵) عہ رسالانہ ہوگی اور ششماہی عہ،

۳- چونکہ معارف پریس مین ایک مشین کا اضافہ ہوگیا ہے اسلئے امید ہے کہ رسالہ اپنے وقت مقررہ پر اب سے بھی زیادہ پابندی کے ساتھ شایع ہوا کریگا،

۴- جلد سوم کی مکمل فہرست جو آٹھ صفحہ پر ہے اور جلد کا سرورق جولائی کے پرچہ مین شایع ہوگا اسلئے جلد سوم کی جلد بندی مین انتظار کیجئے، منیجر

شذرات

ماہ گذشتہ مین علمی دنیا کے لئے سب سے اہم حادثہ یہ ہوا کہ کیمسٹری کے استاد اعظم سر ولیم کرو کس نے وفات پائی، موصوف کا شمار اسوقت دنیا کے ممتاز ترین علماے سائنس مین تھا، اور ممالک برطانیہ مین تو یقیناً ان سے بڑے درجہ کا کوئی شخص اسوقت نہ تھا، کیمسٹری مین ہیلیم کا عنصر انہین نے دریافت کیا تھا اسکے علاوہ انکے متعدد اکتشافات تھے، جدید اہل سائنس کے گروہ مین شاید وہ پہلے شخص تھے جو عالم "روحانیات" کے وجود کے قائل ہوئے۔

انکے چندہی روز بعد یورپ کے ایک اور نامور فاضل ڈاکٹر پال کارس نے بھی انتقال کیا، ڈاکٹر موصوف کا مولد جرمنی تھا، لیکن مسکن امریکا تھا، وہ مشرقی فلسفہ و مذاہب کے عالم تھے، اور ہندو فلسفہ و مذہب سے انہین خاص شغف تھا، چنانچہ فلسفہ گوتم بدھ وغیرہ پر انکی متعدد تصنیفات ہین، امریکا کا مشہور فلسفیانہ رسالہ مونسٹ انہین کی ایڈیٹری مین نکلتا تھا،

حال مین برطانیہ کی ممتاز ترین سائنٹفک انجمن، رائل سوسائٹی نے ہمارے ہموطن ایک ہونہار بنگالی محقق کو ۷۵ پونڈ یعنی سوا گیارہ سو روپیہ کا وظیفہ اس غرض سے عطا کیا ہے کہ وہ طبعیات مین اپنی مکتشفانہ تحقیقات کو جاری رکھین۔

شاعری کی دنیا مین ہم نے یہ بارہا سنا ہے کہ طوفان گرد و غبار مین اکثر سوار چھپا رہتا ہے، لیکن واقعات کے عالم مین یہ مجاز کبھی کبھی حقیقت بھی بنجاتا ہے، ۱۸۸۸ء مین مدراس کے ایک غریب برہمن خاندان مین ایک لڑکا راما نجن پیدا ہوا، بچپن ہی سے ریاضی سے طبیعت کو خاص مناسبت معلوم ہونے لگی، بارہ برس کے سن مین یہ حالت ہوگئی کہ ریاضی کے جو اساتذہ اسے درس دیتے تھے وہ اس شاگرد کی تشفی کرنا تو کجا خود اس سے درس لے سکتے تھے، میٹرک کا امتحان پاس کرکے یہ ہونہار فرسٹ ایر مین داخل ہوا وہان ریاضی مین اسقدر انہماک ہوا کہ امتحان کے وقت تمام دیگر مضامین مین ناکام رہا، اور سکنڈ ایر مین ترقی نہ مل سکی، دوسرے سال پرائیوٹ امتحان مین شرکت کی، لیکن ہر مضمون مین ناکامی ہوئی، فکر معاش ناگزیر تھی، ایک سرکاری دفتر مین ۲۵ روپیہ ماہوار کی نوکری کر لی، مگر ریاضی کے مہمات مسائل کا حل برابر جاری رہا، یہانتک کہ انگریز افسر اعلی کی نظر پڑی، اس نے بعض کاغذات یورپ بھیجدیئے، جواب مین لندن یونیورسٹی کے پروفیسر ہل نے نہایت فیاضانہ داد دی، اب مزید مسودات یورپ بھیجے گئے، انہین دیکھکر ماہرین فن دنگ رہ گئے، کیمبرج یونیورسٹی کے مشہور پروفیسر ہارڈی دیکیلی نے بیحد مدح و توصیف کی، بلکہ ایک صاحب نے تو یہانتک لکھدیا کہ نیوٹن کے بعد اس دماغ کا ریاضی دان ابتک نہین پیدا ہوا" پروفیسر ہارڈی نے اعتراف کیا کہ جو مسائل اسوقت تک یورپ کے علما ریاضی کے نزدیک دشوار ترین تھے وہ اس شخص نے حل کردیئے ہین، ان حیرت انگیز اسناد کو دیکھکر گورنمنٹ مدراس نے دس ہزار کا وظیفہ دو سال کے لئے منظور کیا، کہ مسٹر راما نجن، کیمبرج مین رہکر اپنے فن مین مزید کمال پیدا کرین، وہان کے اساتذہ نے ہاتھون ہاتھ لیا، اور وظیفہ مین ایک سال کی اور توسیع کرائی، چنانچہ یہ مدت ختم کرکے حال مین مسٹر راما نجن واپس تشریف لائے ہین، لیکن ایک دفتر کے کلرک کی حیثیت سے نہین بلکہ بحیثیت مسٹر راما نجن، فیلو ٹرنٹی کالج، کیمبرج، و فیلو رائل سوسائٹی لندن، برطانیہ کے علماے ریاضی و سائنس کے لئے رائل سوسائٹی کا فیلو منتخب ہوجانا معراج کمال ہے

اور یہ مرتبہ ہمارے مایۂ ناز ہموطن کو ۳۰ سال کی عمر میں حاصل ہوگیا،

انجمن ترقی اردو سے یہ دوستانہ گلہ ہمیں ہمیشہ رہا، اور اب بھی ہے کہ وہ "تحفظ" اردو کی مطلق کوشش نہیں کرتی، اردو میں اعلیٰ مطبوعات کی تالیف و ترجمہ کی اہمیت میں کسکو کلام ہو سکتا ہے، لیکن اسکی بقا و قیام کی تدابیر اسکی ترقی کی تدابیر پر مقدم ہیں، اگر اردو کا وجود ہی نہ باقی رہا تو یہ کتابیں کسکے کام آئینگی، یہ کام اگر اُسکے فرائض میں داخل نہیں تو اُسکے لئے ایک جداگانہ جماعت کو تیار ہونا چاہئے

کئی برس ہوے الہ آباد میں ایک انجمن ورناکیولر سائنٹفک سوسائٹی کے نام سے قائم ہوئی تھی جسکے مقاصد یہ بیان کئے گئے تھے کہ سائنس کے مختلف مسائل پر ہندی اور اردو میں سلیس و عام فہم رسالے شائع ہوا کرینگے، اور اسی نوعیت کے عنوانات پر دونوں زبانوں میں لکچروں کا سلسلہ بھی قائم رہیگا، سوسائٹی مذکور کا صیغۂ ہندی زندہ اور تندرست ہے، اسکے اعمال حیات کا تذکرہ اکثر اخبارات میں آتا رہتا ہے، لیکن صیغۂ اردو چند روزہ زندگی کے بعد صرف ایک رسالہ مفتاح الفنون شائع کرکے مردہ ہوگیا، اور شاید یہی نتیجہ ہونا بھی چاہیئے تھا۔

مسٹر برن، سی، ایس، آئی، اس صوبہ میں مستشرقانہ مذاق کے ایک مشہور علم دوست سویلین ہیں، سنہ ۱۲ء میں انکی کوشش سے ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کے نمونہ پر یوپی ہسٹاریکل سوسائٹی قائم ہوئی جسکا مقصد صوبہ متحدہ کے متعلق ہر قسم کی تاریخی، اثری، اقتصادی و لسانی تحقیقات قرار پایا، توقع یہ تھی کہ اسمیں تعلیم یافتہ ہندوستانی بکثرت شریک ہونگے، اور اپنے وطن سے متعلق تاریخی معلومات میں اضافہ کرینگے، لیکن افسوس ہے کہ یہ توقع پوری نہیں ہوئی، ابتک سوسائٹی کے ممبر زیادہ تر انگریز سویلین ہی ہیں،

اور سوسائٹی کی طرف سے جو سہ ماہی رسالہ (جرنل) نکلنا تجویز ہوا تھا، اسکے بھی ابتک کل دو نمبر شائع ہوئے ہیں، اسمیں بھی مضامین تقریباً سب انگریزوں ہی کے قلم سے نکلے ہیں، ہمارے انگریزی تعلیم یافتہ اہل وطن کے لئے مفید ملکی و علمی خدمت کا یہ بہترین موقع ہے، نادانی ہوگی اگر اس سے فائدہ نہ اٹھایا جائے

جسٹس سید کرامت حسین مرحوم اپنی آخر عمر میں "عورت" کے متعلق ایک جامع و مبسوط تالیف کی تیاری میں مصروف تھے، چنانچہ جس روز کتاب کے آخری مسودات ختم ہوے، اسی روز روح نے بھی تن سے مفارقت کی، کتاب کا نام المرأۃ ہے، ضخامت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ مسودہ چھوٹی تقطیع پر مع اقتباسات و حوالہ جات کے دو ہزار صفحوں سے زاید پر ختم ہوا ہے، کتاب کی تقسیم دو مختلف حصوں میں ہے، حصۂ اول کا نام الحجاب ہے، اسمیں تمامتر مذہبی حیثیت سے یہ بتایا گیا ہی کہ پردہ کے کیا معنی ہیں، اور اسلام نے پردہ کی کیا تعریف قرار دی ہے، حصۂ دوم میں عقلی و سائنٹفک اصول پر مرد و عورت کے قواے دماغی و جسمانی میں موازنہ کیا گیا ہے اور دونوں کے حدود عمل کی تعیین کیگئی ہے، مصنف مرحوم کے انتقال کے بعد یہ اندیشہ پیدا ہوگیا تھا کہ جواہر ریزے ضایع ہو جائینگے لیکن مقام مسرت ہے کہ کتاب سر راجہ صاحب محمود آباد کے قبضہ میں آگئی ہے، گو یہ ضرور ہے کہ مسودات غیر مرتب حالت میں ہیں، اور اشاعت سے قبل انکی کامل تصحیح و نظر ثانی کی ضرورت ہے، بلکہ شاید درمیان سے کچھ اجزاء غائب بھی ہیں، راجہ صاحب موصوف کی علم دوستی سے توقع ہے کہ کتاب کی اشاعت صرف اسی صورت میں پسند فرمائینگے جو مصنف محترم کے پایۂ علمی کے شایانِ شان ہو

ہندوستانی علماے سائنس میں سر جے سی بوس پہلے شخص ہیں، جنکی شہرت کے نقارے یورپ و امریکہ کی تمام یونیورسٹیوں میں بج رہے ہیں، انکے بعد دوسرے نمبر پر کلکتہ کے ایک اور نامور

سائنس دان سرپی، سی رائے ہین، پروفیسر موصوف کا خاص مضمون کیمسٹری ہے، اس فن پر انکی
متعدد تصانیف ہین، اور انکے اجتہادات واکتشافات کی داد یورپ بارہا دے چکا ہے، حال مین
برطانیہ کے مشہور ترین سائنٹفک ہفتہ دار، نیچر مین انکے کارنامون پر ایک مقالہ افتتاحیہ (ایڈیٹوریل آرٹکل)
ایک نامی وگرامی استاد فن، سرای، تھارپ کے قلم سے نکلکر شایع ہوا ہے، کاش اہل مغرب سمجھین کہ
مشرق نے جن علوم وفنون مین انکی شاگردی کی ہے، ان مین ہمیشہ اسکی حیثیت محض شاگردانہ نہین رہسکتی

<×·×>

اپریل کے تیسرے ہفتہ مین ہندی کانفرنس کے دو بڑے جلسے منعقد ہوے، ایک ممالک
متوسط کی صوبہ وار ہندی کانفرنس کا جلسہ کھنڈوا مین، اور دوسرا آل انڈیا ہندی کانفرنس کا
بمبئی مین پنڈت مالوی جی کی زیر صدارت، اخبارات کی روایت ہے کہ دونون جلسون مین مسلمانون نے
بھی شرکت کرکے اس تجویز کی تائید کی، کہ ملک کی عام ومشترک زبان ہندی ہونا چاہیے، بعض
احباب کو اس خبر پر یقین نہین آتا، لیکن اگر جامع مسجد دہلی کے منبر پر پنڈت . . . وعظ فرماسکتے ہین
تو اسمین کیا استبعاد ہے، کہ مودی . . . "ہندی پرچار" "پرادیش" دبن، بچے جب جھنجھلاتے ہین تو اپنے
کھلونے توڑ ڈالتے ہین، یا اپنے کپڑے پھاڑنے لگتے ہین، مسلمان بھی اسوقت اگر گورنمنٹ سے جھنجھلا کر
اپنی قومی ہستی کو مٹا دینے پر تلے ہوئے ہین تو انہین دنیا کی کوئی قوت نہین روک سکتی لیکن حقیقت یہ ہے کہ
اردو کے مقابلہ مین ہندی کی ترویج تعلیم ملکی ولسانی حیثیت سے بھی سخت مضر وقابل اعتراض ہے، ہندی
اس عہد کی پیداوار ہے جو ہندوؤن کے تمدن سے بھی قبل تھا، اور جسکی ترکیب وسرشت مین صرف ہندو
تمدن کا اثر پڑا ہے، وہ بھی ایک معمولی حد تک، بخلاف اسکے اردو عرب وعجم، ہند ویونان، ایران و
ترکستان کے تمدنون کا عطر ہے، اور اسلئے قدرتی طور پر بمقابلہ ہندی کے بدرجہا بہتر آلہ تعلیم ہوسکتی ہے۔

رڈیارڈ کپلنگ، اسوقت ایک مشہور انگریز اہل قلم ہے، کچھ عرصہ ہوا اسے امریکہ جانے کا اتفاق ہوا
وہان ہوٹل مین اسکے بکس سے کچھ چیزین نکل گئین، وطن پہنچکر اس نے مالک ہوٹل کے نام خط لکھا کہ
اس نقصان کا تاوان ادا کرے، اسکا کچھ جواب نہ پاکر اس نے دوسرا خط اسی مضمون کا ذرا درشت و
ناملائم الفاظ مین لکھا، اسکا بھی کچھ جواب نہ آیا، چندروز کے بعد اتفاق سے پھر اسے امریکہ کا سفر درپیش
آیا، ابکی اس نے اسی ہوٹل مین جاکر زبانی دریافت کیا، مالک ہوٹل نے سخت تاسف کے ساتھ کہا کہ
"آپ نے ناحق خود زحمت گوارا کی آپکے خطوط سے میرا خاص نفع تھا، آپکا پہلا خط لوگون نے یہان
۲۵ ڈالر (تقریباً اسی روپیہ) کو خرید کرلیا، اور دوسرا پچاس ڈالر اسکے مضاعف قیمت پر"!
ہندوستان مین اگر مصنفین کی اتنی قدر ہوجاے تو ہوٹل والے بجز انکے شاید اور کسی کو بھی
اپنے یہان نہ قیام کرنے دین!

معارف کے جدید تغیرات

(۱) معارف کے کسی گذشتہ رسالہ مین ہم نے ناظرین کو اطلاع دی تھی کہ نئے سال سے معارف
مین نئے سامان نظر آئینگے، سب سے پہلی بات یہ ہے کہ معارف کی ضخامت بڑھا دیجائیگی، ابتک
رسالہ ساڑھے تین جزء پر شایع ہوتا تھا، اب آیندہ کم از کم پانچ جزء پر شایع ہوگا، اور اگر حالات نے
اجازت دی تو انشاء اللہ اسکا ہر نمبر ۱۰۰ صفحہ پر شایع ہوگا۔

(۲) چونکہ رسالہ کی ضخامت بڑھجائیگی اسلئے اسکی جلد ۶ نمبرون پر ختم کیجائیگی۔

(۳) مضامین کے لحاظ سے جدت خاص یہ ہوگی کہ شذرات مین ہر مہینہ کے اہم علمی حوادث کے
متعلق تبصرہ ہوگا، اسکا اندازہ پچھلے چند مہینون کے شذرات سے آپ کررہے ہونگے کہ اسکی نوعیت
کیا ہوگی، مقالات وغیرہ کی سرخیون کے نیچے مشرقی ومغربی علوم ومسائل، خصوصاً یورپ کی جدید

تحقیقات و مسائل و علوم و نظریات پر محققانہ مضامین ہونگے، سائنٹفک اور فلسفیانہ مضامین جو یورپ کے اہم ترین رسائل کے نچوڑ اور عطر ہونگے، اور مشاہیر اہل قلم کی کوششون کے نتائج ہونگے پیش کئے جائین گے، ریویو اور تنقید کا حصہ خاص طور سے اہم ہوگا، جسمین نہایت سنجیدگی متانت اور وسعت نظر کے ساتھ ماہانہ اردو مطبوعات پر تبصرہ ہوگا، یورپ اور امریکہ کے تمام علمی رسائل کا ماہوار خلاصہ درج کرنیکی کوشش کیجائیگی، مشرقی علوم کے متعلق بھی معارف اپنا فرض فراموش نہین کریگا، اکثر نمبرون مین سیر العلم یا دنیا کی علمی رفتار کے نام سے ہر مہینہ کے اکتشافات وایجادات و نظریات علمی کی خبرین درج کیجائینگی،

غرض معارف کا ہر نمبر، ہر مہینہ کی علمی ترقیون کا آئینہ ہوگا، جسمین ہر پڑھنے والیکو یہ نظر آجائیگا کہ دنیا کی علمی سطح روزانہ کسقدر بلند ہو رہی ہے اور اُسکی ترقی کی رفتار ہر مہینہ مین کسقدر تیز ہے -

(۴) بہترین علمی مضامین پر معارف کی طرف سے مضمون نگارون کو معاوضہ دیا جائیگا، ازراہ عنایت اسکے لئے نو آموز اور نومشق اصحاب قلم کوشش نفرمائین،

(۵) کیا ان حالات مین ہمارے شائقین اجازت دینگے کہ معارف کی سالانہ قیمت للعہ کے بجائے صہ کر دیجائے، اور اسکی توسیع اشاعت کے لئے جسکی ہم نے عام رسائل کی رسمی درخواستون کی طرح کبھی تحریک نہین کی، اُن سے کوشش کی توقع کیجائے، بغیر آمدنی مین اضافہ ہوئے ان کثیر مصارف کو رسالہ برداشت نہین کرسکتا، اگر ہمکو کسی اچھے رسالہ کی ضرورت ہے جو ہماری زبان کی وقعت و حیثیت کے مطابق ہو تو یہ خفیف اضافہ مالی امید ہے کہ ان پر گران نہ گذریگا،

——— ۔۔۔۔ ———

مقالات

مساجد اور غیر مُسلم،

(۲)

یہی وجہ ہے کہ "ولان الخبث فی اعتقادهم" الخ کے جملہ مین حرف تعلیل نے شارحین کو مشکلات مین ڈال دیا۔ بعضون نے کہا "حق التعبیر حذف حرف التعلیل" اور قاضی زادہ کہتے ہین کہ اسکی ضرورت نہین۔ بلکہ یہ خود ایک دلیل مستقل عقلی ہے اور چونکہ اس سے پہلے نزول وفد ثقیف کا ذکر کیا گیا ہے، اور اسپر یہ شبہ وارد ہو سکتا تھا کہ "کیف انزلهم فی مسجدہ وهم کفار وقد وصفهم الله بکونهم نجسًا"؟ تو مصنف نے اس کا جواب دیا کہ "ولان الخبث فی اعتقادهم" الخ لیکن اس تشریح کی سیاق عبارت سے تائید نہین ہوتی، کیونکہ سلسلہ عبارت ہدایہ یون ہے "ولنا ما روی أن النبی علیه السلام انزل وفد ثقیف فی مسجدہ وهم کفار ولان الخبث فی اعتقادهم" الخ پس "ولان الخبث" مین عطف اور تعلیل کا ہونا اسکو "ولنا" کے سلسلہ مین جوڑ رہا ہے، اگر یہ کسی اعتراض مقدر و محذوف کا جواب ہوتا تو عطف و تعلیل کا کیا موقعہ تھا؟ اصل یہ ہے کہ ان تمام کاوشون کی کچھ ضرورت نہین۔ بات وہی ہے جو اوپر بیان کی گئی، صاحب ہدایہ کی نظر شافعیہ کے دلایل پر نہ تھی، اس لیے انہون نے اپنے قیاس سے انکی تعلیل بالنجاستہ کو نجاست جسمی و جنبی پر محمول کیا، اور اسکو نقل کرکے پھر اسی سلسلہ مین جواب دیتے ہوے کہا "ولان الخبث فی اعتقادهم" الخ یعنی جب نجاستہ نجاستہ اعتقادی ہے تو اسکی بنا پر ممنوع کیون ہو؟ لیکن چونکہ امام شافعی کی یہ دلیل ہی نہین ہے اس لیے اس کا یہ جواب بھی نہین ہو سکتا، البتہ عام مساجد مین دخول کے جواز کے لیے یہ صحیح تعلیل ہے اور دلیل کا کام دے سکتی ہے۔

فلا یقربوا المسجد الحرام کے متعلق ایک پانچوان مسئلہ اور باقی رہگیا، یعنی مسجد حرام سے مقصود کیا ہے؟ صرف عمارت کعبہ یا اور بھی کچھ؟ تو اگرچہ ایک جماعۃ اس طرف گئی ہے کہ مقصود صرف احاطہ مسجد ہے

لیکن جمہور کا مذہب یہ ہی کہ "مسجد حرام" سے مقصود تمام حرم ہی۔ اور یہ از قبیل اطلاق اسم جزء بر کُل ہی جسکے نظائر خود قرآن مین موجود ہین، مثلاً سُبۡحَانَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا" مین بالاتفاق مسجد حرام سے مقصود مکہ معظمہ ہے نہ کہ نفس مسجد، کیونکہ معلوم ہی کہ اسریٰ کا معاملہ آپ پر جب واقع ہوا تو آپ اُمّ ہانی کے مکان مین تھے، نہ کہ مسجد حرام مین، اور اسی طرح مسجد اقصیٰ سے مقصود بیت المقدس ہے نہ کہ صرف ہیکل، عطاء کا قول حافظ ابن کثیر نے تفسیر مین نقل کیا ہے "الحرم کلّہ مسجد" باقی رہی مدینہ منورہ کی حیثیت شرعی کہ وہ حرم ہے یا نہین؟ تو گو بعض فقہا اس طرف گئے ہین کہ مدینہ مثل مکہ کے حرم نہین، لیکن فی الجملہ اس کے حرم ہونے پر سب کا اتفاق ہے اور حق وہی ہے جو ائمہ ثلاثہ و جمہور کا مذہب ہی کہ مدینہ بھی مثل مکہ کے حرم ہی اپنے تمام احکام و خصائص مین۔ دلیل اسکی ایک سے زیادہ احادیث صحیحہ مرفوعہ ہین، از انجملہ حدیث علیؓ عند بخاری و مسلم و حدیث ابن ابی وقاصؓ و انس بن مالکؓ و جابر بن عبد اللہؓ و ابی ہریرہؓ وغیرہم، حافظ نووی شرح مسلم مین لکھتے ہین "ھٰذا الحدیث صریح فی الدلالۃ لمذھب مالک والشافعی واحمد والجماھیر فی حرم صید المدینۃ وشجرھا لما سبق، وخالف فیہ ابو حنیفۃ وقد ذکرھا ھنا مسلم فی صحیحہ تحریمہا مرفوعاً عن النبی صلعم من روایۃ علی وسعد بن ابی وقاص وانس وجابر وابی ھریرۃ وعبد اللہ بن زید و رافع بن خدیج وسہل بن حنیف و ذکر غیرہ من روایۃ غیرھم ایضاً۔ فلا یلتفت الی من خالف ھٰذہ الاحادیث الصحیحۃ المستفیضۃ" اھ (مسلم مع نووی مطبوعہ دہلی صفحہ ۴۴۱) یعنی یہ حدیث صریح ہے امام شافعی اور مالک اور احمد کے مذہب کی تائید مین کہ مدینہ کے لیے بھی حرم ہے، البتہ امام ابو حنیفہ نے اسکی مخالفت کی اُنکے نزدیک مدینہ حرم نہین، اور مسلم نے مدینہ کی تحریم پر استدلال کیا ہی احادیث مرفوعہ سے جو حضرۃ علیؓ، سعدؓ، انسؓ، جابرؓ، ابو ہریرہؓ، عبد اللہ بن زیدؓ، رافعؓ اور سہل بن حنیفؓ کی روایات سے ثابت ہین اور مسلم کے علاوہ دیگر ائمہ نے اور راویون سے بھی احادیث

نقل کی ہین۔ پس جب اس بارے مین اس قدر روایات موجود ہین تو اُس شخص کی بات پر کان نہ دہرو جو ان احادیث صحیحہ و مستفیضہ سے مخالفت کرتا ہی۔ انتہیٰ۔ اور ان نصوص سنتہ کو صرف اس قیاس بحت کی بنا پر رد کر دینا کہ مقصود حرمت سے حرمت تعظیمی ہے نہ کہ تشریعی (جیسا کہ تورپشتی اور صاحب مرقات وغیرہما نے لکھا ہے) تو یہ صریح نص شارع کو رد کر دینا ہے محض قیاس و رائے سے اور ابداً مسموع نہین، اور اسیطرح حدیث ابو عمیر عند مسلم سے استدلال، سو اوّل تو وہ مفید عدم تحریم نہین، ثانیاً دونون مین یون توفیق ہو سکتی ہے کہ احادیث ناطق حرمتہ موخر ہین حدیث ابو عمیر سے، یا ابو عمیر کی حدیث مخصص ہے اور تخصیص سے عدم تحریم لازم نہین آتی، قالہ الشوکانی فی النیل۔ پس جب مدینہ کے لیے بھی حرم مثل مکہ کے نصاً ثابت ہوا۔ اور منجملہ احکام حدود حرم کے منع جواز دخول غیر مسلم ہی، تو معلوم ہوا کہ فلا یقربوا کے حکم مین مدینہ بھی داخل ہے اور مدینہ مین بھی غیر مسلمون کا داخل ہونا کسی حال مین جائز نہین، وھٰذا ھو الحق الصریح الذی لا یرتاب فیہ،

(۱۴)

ایک ضروری ٹکڑہ اس مسئلہ کا اور رہ گیا، یعنی مساجد مین غیر مسلمون کا داخل ہونا مطلقاً جائز ہے، یا مسلمانون کی اجازت کے ساتھ مقید ہے؟

گذشتہ صفحات سے واضح ہو چکا ہے کہ حضرۃ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مطلقاً جائز ہے مسلمانون کے اِذن کی ضرورت نہین۔ لیکن امام شافعی وغیرہم ائمہ کے نزدیک مسلمانون یا مسلمانون کے امام کی اجازت و طلب کے بغیر جائز نہین، ولا یتوقف جواز دخولہ علی اذن مسلم عندنا" (اشباہ والنظائر) اور اصح اور مصالح شرعیہ سے اوفق مذہب امام شافعی ہی کا ہے، چنانچہ اسی لیے اس تحریر کے عنوان مین "مسلمانون کے اِذن" کی قید لگا دی گئی ہے، ممکن ہے کہ حضرۃ امام ابو حنیفہ کے زمانے مین اس قید کی ضرورت نہو، جبکہ اسلامی حکومتین غالب حصۂ ارض پر قایم تھین اور

غیر مسلم ہماری مسجدون مین حاکمانہ اورمساویانہ اقتدار کیساتھ داخل نہین ہوسکتے تھے بلکہ بحکم وَھُم صَاغِرُون محکومانہ اور مغلوبانہ۔ مگر اب ہماری حالت خصوصاً ہندوستان مین دوسری ہی۔ اور ہم کو صرف مسائل کے ایک ہی پہلو پر نظر نہین ڈالنی ہے بلکہ ہر طرف نظر دوڑانی اور صدہا پہلوؤن کا تحفظ کرنا ہے۔ اگر آج مسلمانون کے اِذن وطلب ورضا کی قید نہین لگائی جائے گی تو اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ کل کو باہمی مخالفت وناچاقی کے زمانہ مین اس نظر سے مخالفانہ فائدہ اُٹھایا جاے گا، اور غیر مسلمون کی ایک مخالف جماعۃ مسجد کی بے حرمتی اور نمازیون کی ایذا وضرر کے لیے مسجدون مین بے تامل داخل ہوجائے گی۔ اور اس طرح مسلمانون کی عبادت گاہین ہمیشہ کے لیے ہندوستان مین بے پناہ ہوجائین گی، بلاشبہ ایسا تو نہین کیا جا سکتا کہ ہندوستان مین غیر مذاہب کے علایق اور اُن کی تلون مزاجیان دیکھکر ہم ایک فعل جائز اور فعل نبوی کو شرعاً ناجائز تبلادین اور اسکے صدہا برکات وفوائد کا دروازہ اپنے اوپر بند کرلین۔ اگر کوئی شخص ایسا کرتا ہے تو وہ اصول شریعت اور آداب ووظائف افتا سے بے بہرہ ہے اور اسکو حق نہین پہنچتا کہ معاملات شرعیہ مین زبان کھولے، البتہ یہ ضروری ہے کہ قیام وبقاء احکام کے ساتھ وقت وحالات کے مقتضیات کی بھی رعایت ملحوظ رکھنی چاہیے کہ اگر ایسا نہ کیا جائیگا تو پہلی صورت سے بھی زیادہ مضرتین لاحق ہون گی۔ پس اس مین شک نہین کہ جواز دخول کو اذن مسلم سے مقید کردینا نہایت ضروری اور احکام ومصالح شرعیہ سے اوفق ہے، اور بغیر اذن کے بلاشبہ عدم جواز کا فتویٰ دینا چاہیے یعنی جب کبھی مسلمانون کا کوئی پیشوا یا مسلمانون کی کوئی جماعت غیر مسلم یا غیر مسلمون کی کسی صلح پسند اور دوست وحلیف جماعت کو مقاصد صالحہ ملک وملت سے مسجد مین بلاے، یا کم از کم تقریراً انکے داخل مسجد ہونے پر راضی ہو تو ایسا کرنا شرعاً جائز ہوگا۔ وہ مجلس مین شریک ہوسکتے ہین۔ خطبات ومواعظ مسجد کو سُن سکتے ہین۔ جماعۃ نماز کا منظر دیکھ سکتے ہین۔ اور ضرورت ہو تو غیر اوقات صلوٰۃ وجماعۃ مین جائز ومستحسن امور پر پوری آزادی سے تقریر بھی کرسکتے ہین، بلکہ خود مسلمانون کو چاہیے کہ حسب ضرورت

وحالت معاملات مشترکہ پر اُنسے مجالس مسجد مین مشورہ کرین اور انکی واقفیت وتجارب سے فائدہ اُٹھائین۔ جس طرح حضرۃ عمر مجالس شوریٰ مین بعض اوقات غیر مسلمون کو خود بلاتے تھے اور ملکی معاملات پر اُن سے مشورہ کرتے تھے، مثلاً مسائل تشخیص اقسام زمین، وتعیین جزیہ، وتنظیم دفاتر، ودیوان ملکی اور بعض امور متعلق سواد عراق ومصر پر ذمیون کو بلانے اور مشورہ کرنے کے واقعات مندرجۂ فتوح البلدان وکتاب الخراج وطبری وغیرہ۔ لیکن بغیر مسلمانون کی اذن وطلب کے شرعاً جائز نہو گا، کہ کوئی غیر مسلم مسجد کے اندر داخل ہو۔ اگر داخل ہوگا تو یہ مسلمانون کے مذہبی احکام مین مداخلت متصور ہوگی، اور قطع نظر مذہب ائمۂ ثلاثہ وجمہور کے خود احادیث باب پر غور کیا جاے تو ان سے بھی یہ کہان ثابت ہوتا ہے کہ غیر مسلمون کا دخول بلا اذن ورضاء امام ومسلمین مطلقاً جائز ہے؟ وفد ثقیف کو آنحضرت صلعم نے خود مسجد مین ٹھرایا اور وفد نجران کو خود آنے اور نماز پڑھنے کی اجازت دی۔ ثمامہ بن آثال کو مسلمان گرفتار کرکے لاے اور آپکے حکم سے مسجد مین باندھ دیا۔ پس ان روایات سے بھی ثابت ہوا کہ امام وقت یا مسلمانون کی طلب واذن سے غیر مسلم مساجد مین داخل ہوئے، اسی طرح آج بھی مسلمانون کو کرنا چاہیے۔ اذن کی قید کا ضروری نہ سمجھنا تو ایکطرح کی تفریط معلوم ہوتی ہی جسطرح مطلقاً منع مین تشدد وافراط ہے۔

(۱۳)

بعض اخبارات نے لکھا ہی کہ جب خود مسلمانون کے لیے جائز نہین کہ مسجد مین بلاطہارۃ داخل ہون تو ہندؤنکو بلانا اور بٹھانا کب جائز ہوسکتا ہے؟ چونکہ یہ خیالات ایسے لوگون نے ظاہر کیے ہین جنکی نسبت معلوم ہی کہ علوم دینیہ سے باخبر نہین، ایسلیے اس بات پر چندان تعجب نہ ہوا لیکن اگر ایسا نہ ہوتا تو مسلمانون سے متعلق احکام پر غیر مسلمون کے احکام کو قیاس کرنا اور اس سے جواز وعدم جواز کا استنباط، اس قدر سخت نادانی ولاعلمی کی بات تھی کہ یا تو اُس پر بہت زیادہ ہنسا جاسکتا ہے یا بہت زیادہ رویا جاسکتا ہے۔ تیسری حالت کوئی نہین۔ اوّل تو تمام کتب فقہ حنفیہ مین صاف صاف لکھا ہی "ولا یمنع من دخول المسجد جنباً بخلاف المسلم" یعنی غیر مسلم اگرچہ

جنبی ہو مسجد مین داخل ہونے سے نہین روکا جائیگا، برخلاف مسلمانون کے کہ وہ احکام اسلامی کی تعمیل پر مجبور ہین اور انکے لیے بحالت جنابۃ داخل ہونا جائز نہین، ثانیاً خود مسلمانون کے لیے بھی مقیم و عابر کا جو فرق کیا گیا ہے وہ ان لوگون کو معلوم نہین "وقد جوّزوا عبور عابر السبیل جنباً"، ثالثاً تمام شور و شغب کے لیے قاطع یہ ہو کہ غیر مسلم فروع مین مخاطب ہی نہین کہ انکی نسبت احکام طہارۃ کا سوال پیدا ہو، کما تقرر فی الاصول۔ اور یہ بھی طے پاچکا ہے کہ شرعاً غیر مسلم باعتبار ذات و جسم کے پاک ہو اور لمس و مواکلۃ و مشاربۃ وغیرہ مین حکماً عام حالت طہارت جسم و لباس کی ہمارے لیے معتبر۔ اور مزید برآن معاملات طہارۃ جسم و لباس کی نسبت اگر غیر مذہبون کے مذہب مین احکام غسل وغیرہ موجود ہین، تو ہم ان کا ملنے جلنے اور معاشرۃ کے معاملات مین اعتبار کرین گے اور معلوم ہو کہ ہندؤن کے یہان خود احکام غسل موجود و معمول بہا ہین، حتیٰ کہ اس بارے مین ان کا حال حدِ غلو و تشدد اور توہم پرستی تک پہنچگیا ہو۔ پھر جب خود صاحب شریعۃ کا کفار عرب کو مسجد مین بلانا بلکہ بطور مہمان کے ٹھہرانا ثابت ہوچکا ہو، حالانکہ مشرکین عرب ہندوستان کے ہندؤن سے یقیناً زیادہ گندے اور بے احتیاط تھے اور اسی طرح اُس عہد کے رومن کیتھولک عیسائیون کو مسجد مین آنے دیا جن سے زیادہ گندی اور کثافت پسند قوم شاید ہی دنیا مین کوئی گزری ہو۔ تو پھر اب کسی مسلمان کے لیے کب جائز ہے کہ طہارۃ کی بنا پر اس معاملہ کو ناجائز بتلائے؟ کیا اُن مساجد و اہل مساجد سے بھی بڑھکر تمہارے ہندوستان کی مسجدین مقدس ہوسکتی ہین جنکے نسبت خود قرآن نے شہادت دی کہ فِیْهِ رِجَالٌ یُّحِبُّوْنَ اَنْ یَّتَطَهَّرُوْا وَاللّٰهُ یُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ؟ اور فرمایا لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَی التَّقْوٰی مِنْ اَوَّلِ یَوْمٍ یعنی بقول اصح اور حسب تفسیر ماثور مسجد نبوی نہ کہ مسجد قبا (کما ثبت عن ابی بن کعب مرفوعاً عند احمد، وعن ابی سعید الخدری عند مسلم، والترمذی والنسائی والبیہقی والحاکم وابن منذر و ابی الشیخ وابن ابی شیبۃ وغیرہم) فیا للّٰہ ویا للعقول! جس مسجد مقدس کی بنیاد اول روز سے تقویٰ و طہارۃ پر پڑی جسکی دیوارین وحی الٰہی کا مورد و مہبط ہوئین اور جسکے نمازیون کی پاکی کی آیت اُتری

پر خود اللہ تعالیٰ نے گواہی دی، وہ تو کفار عبدۃ الاصنام طائف کے نزول و اقامۃ سے ناپاک نہین ہوئی اور اللہ کے رسول نے انکو ٹھرانے سے پہلے انکو غسل کرلینے کا حکم نہین دیا، لیکن آج ہندوستان کی مسجدین، ہندؤن کے چار گھڑی قیام سے ناپاک ہوجائین گی، اسلیے کہ احکام اسلام کے مطابق وہ غسل و طہارۃ کر نہین آتے! اگر موجودہ عہد کے علما کی فقاہۃ و افتا کا معاملہ یہان تک پہنچ چکا ہو تو پھر بجز انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھ دینے کے چارہ نہین! اور شاید اسکے پڑھ دینے کا وقت مدت ہوئی کہ آچکا اور گزر چکا!

(۱۴)

جب وقت کی علمی صلاحیتون کا یہ حال ہو تو عجب نہین، بعض حضرات اس تحریر مین جابجا "ذمی" کا لفظ دیکھکر یہ شبہ وارد کرین کہ "ذمیون" سے غیر مسلمون کی ایک خاص طرح کی جماعت مقصود ہے۔ عام طور پر تمام غیر مسلمون کے لیے یہ احکام کیونکر مفید جواز ہوسکتے ہین؟ ناچار اسکی نسبت بھی چند کلمات کا لکھنا ضروری ہوا۔ اولاً تو بنیاد جواز کی جو نصوص ہین ان مین ذمی و غیر ذمی کا سوال پیدا ہی نہین ہوتا، وفد نجران کے عیسائی تحقیق حال کے لیے آئے تھے۔ ابھی اسلام کے محکوم ہی نہین ہوے تھے کہ ذمیون مین انکا شمار ہوتا، یہی حال وفد ثقیف کے ارکان کا تھا اور ثمامہ بن آثال کے ربط ساریہ مسجد کی صورت تو بالکل واضح اور عدم امتیاز ذمی و غیر ذمی کے لیے ناطق ہو، حافظ ابن حجر عسقلانی اسی روایت کی شرح مین لکھتے ہین، "وقیل یؤذن للکتابی خاصۃ وحدیث الباب یرد علیہ فان ثمامۃ لیس من اہل الکتاب"، (فتح الباری جلد ۱ صفحہ ۴۶۵) ثانیاً کتب فقہ کی جو عبارتین نقل کی گئی ہین وہ صرف ذمیون کے متعلق نہین ہین بلکہ صریح الفاظ مشرکین و کفار کے موجود ہین، ثالثاً یہ مسئلہ متفرع ہے دراصل ایک اصولی حکم کے تصفیہ پر، یعنی اسلام نے غیر مسلمون کی جو قسمین قرار دی ہین انکے اعتبار سے ہندوستان کے ہندؤن کا شمار کس قسم مین کرنا چاہیے؛ فقہاء نے قسمین تین کی ہین۔ اہل کتاب، شبہ اہل کتاب، عامۃ مشرکین و عبدۃ الاوثان۔ اہل کتاب، اور شبہ اہل کتاب سے جزیہ قبول کرنے اور ذمہ لینے پر تو سب کا اتفاق ہو، اہل

کتابین کے لیے نص قرانی حَتّٰی یُعطُوا الجِزْیَةَ عَنْ یَدٍ وَّھُمْ صَاغِرُوْنَ، ناطق، اور مجوس کے لیے (کہ شبہ اہل کتاب ہین) نص سنتہ کہ "سنوا بھم سنة اھل الکتاب" (اخرجہ البخاری) اور حضرۃ عمرؓ کا اس معاملہ مین توقف اور عبدالرحمن بن عوفؓ کی شہادت کہ خود آنحضرۃ صلعم نے مجوس ہجر سے جزیہ قبول کیا اور پھر باجماع صحابہ مجوسیون سے جزیہ قبول کرنا وغیر ذلک من الادلہ باقی رہی قسم عام مشرکین کی تو حضرۃ امام ابو حنیفہ اور امام احمدؒ (فی احدی الروایتیہ) اس طرف گئے ہین کہ مشرکین عرب سے جزیہ لینا اور انکو اہل الذمہ مین شمار کرنا جائز نہین۔ انکے لیے بجز اسلام و سیف کے تیسری صورت نہین، مگر عجم کی تمام بت پرست اقوام سے جزیہ لیا جائیگا اور ان کا شمار اہل الذمہ مین ہوگا، قاضی ابو یوسفؒ کتاب الخراج مین لکھتے ہین "وجمیع اھل الشرک من المجوس وعبدۃ الاوثان والنیران والحجارۃ والصابئین والسامرہ توخذ منھم الجزیۃ ماخلا اھل الردۃ من اھل الاسلام واھل الاوثان من العرب فان الحکم فیھم ان یعرض علیھم الاسلام فان اسلموا والاقتل الرجال منھم وسبی النساء والصبیان" (صفحہ ۷۳) متن ہدایہ کتاب السیر مین ہے "وتوضع الجزیۃ علی اھل الکتاب والمجوس وعبدۃ الاوثان من العجم" مگر حضرۃ امام شافعیؒ اس کے خلاف ہین اور اصناف اہل الذمہ کو صرف اہل کتاب و مجوس مین محدود کر دیتے ہین، اور امام مالکؒ اور قاضی ابو یوسف کا یہ مذہب ہے کہ سب سے جزیہ قبول کیا جائیگا، اگرچہ عرب کے بت پرست ہون، وہ کہتے ہین کہ اگر سورۂ براۃ کے نزول اور عام تبوک کے بعد (جسمین بالاتفاق آیۂ جزیہ نازل ہوئی) مشرکین عرب کا وجود باقی رہا ہوتا تو اُن سے بھی جزیہ قبول کیا جاتا اور اس مین شک نہین کہ دلائل کی قوت آخری مذہب ہی کے ساتھ ہے اور اس بارے مین امام شافعی کا مذہب بنہایت ضعیف ہے۔ بہرحال فقہاء حنفیہ و مالکیہ، و حنبلیہ اور جمہور کے نزدیک مشرکین عجم بھی باعتبار اخذ جزیہ و قبول ذمہ شبہ اہل کتاب مین داخل ہین۔ اسیلیے ہندوستان کے ہندوٗن کا شمار بھی قطعاً اسی صنف مین ہوگا اور جو باتت مشرکین عرب کے لیے جائز رکھی گئی ہوگی وہ اُن کے لیے بدرجہ اولی جائز ہوگی۔ اور اگر تحقیق مقام کا ایک قدم اور آگے بڑھایا جاے تو حق یہ ہے کہ ہر لحاظ اور ہر حیثیت سے

ہندوستان کے ہندوٗن کا شمار شبہ اہل کتابین مین ہے، نہ کہ قسماً عبدۃ الاوثان مین، اور شبہ اہل کتابین مین بھی مجوس سے کہین بلند تر مرتبہ رکھتے ہین، جب باوجود پرستش آتش و عدم انضباط شریعۃ و احکام، مجوسیون کی نسبت فرمایا "سنوا بھم سنة اھل الکتاب"، اور باوجود پرستش کواکب صابئین کو جمہور نے مثل اہل الکتاب کے قرار دیا، تو ظاہر ہو کہ ہندوستان کے ہندو باوجود ضبط شریعۃ و احکام، و حفظ علوم و تمدن، و ادعاء وجود صحف و کتب، محض پرستش قوی و اشکال و صور مظاہر فطرۃ کی بنا پر کیون اہل کتاب مین سے تسلیم نہ کیے جائین، حافظ ابن قیم صابئہ کی نسبت لکھتے ہین "انھم امۃ کثیرۃ واکثرھم فلاسفۃ، ولھم مقالات مشھورۃ، فانھم احسن حالاً من المجوس، فاخذ الجزیۃ من المجوس تنبیہ علی اخذھا من الصابئۃ بطریق اولی فان المجوس من اخبث الامم دیناً و مذھباً" مین کہتا ہون کہ ہندوستان کے ہندو ان دونون قومون یعنی مجوسیون اور صابئہ سے بھی بدرجہا بہتر حالت و افضل حیثیت مذہبی و مدنی رکھتے ہین پس اگر ان دونون کا شمار شبہ اہل کتابین مین ہوا تو یہ اشارہ ہے اس طرف کہ ہندوٗن کا شمار بطریق اولیٰ ہوگا۔ حافظ ابن المنذر نے حضرت علی علیہ السلام کا قول نقل کیا ہے "انا اعلم الناس بالمجوس۔ کان لھم علم یعلمونہ وکتاب یدرسونہ"، اور قاضی ابو یوسف نے بہ سلسلۂ اسناد روایت کی ہے "قال علیؓ انا اعلم الناس بھم کانوا اھل کتاب یقرؤونہ وعلم یدرسونہ، فنزع من صدورھم" (کتاب الخراج صفحہ ۷۴)، ولکن ضعّفہ جماعۃ من الحفاظ کما قالہ (ابن القیم) یعنی مین سب سے زیادہ مجوسیون کی نسبت علم رکھتا ہون، انکے پاس علم تھا جسکو پڑھتے پڑھاتے تھے اور کتاب (ژندا وستا) تھی جسکے درس و نظر مین مشغول رہتے تھے۔ مین کہتا ہون کہ آج ہر وہ شخص جسکو ہندوٗن کی حالت کا علم ہے، بعینہ یہی جملہ مع شئے زاید کہہ سکتا ہے کہ کان لھم علوم یعلمونھا، وکتب یدرسونھا، وشریعۃ یعملون بھا ولکن ضلوا عن سواء السبیل کما ضلّ النصاری وقالوا ان اللہ ثالث ثلاثۃ۔ واتخذوا احبارھم ورھبانھم ارباباً من دون اللہ والمسیح ابن مریم۔ وما امروا الا لیعبدوا الھاً واحداً سبحانہ وتعالی عما یشرکون۔

یہی وجہ ہی کہ اورنگ زیب نے باتفاق جمیع علماء حنفیہ ہند ہندوؤن پر جزیہ کے احکام جاری کیے تھے
نادانی و بے خبری سے ہندوؤن نے سمجھا کہ یہ انکی تذلیل و تحقیر ہے، حالانکہ اگر اس وقت علماء محققین ہوتے اور
وہ جزیہ کی غرض و غایت اور اہل الذمہ کے حقوق معتبر فی الشرع کو کھول کھول کر بیان کر دیتے تو ہندوؤن
کو معلوم ہو جاتا کہ یہ انکی تذلیل نہین ہے بلکہ وہ بہتر سے بہتر سلوک ہی جو دنیا مین کوئی حاکم قوم محکومون کے
ساتھ کر سکتی ہے۔

(۱۵)

بعض مفسرین و فقہاء نے حضرۃ عمر بن عبد العزیز کا ایک فرمان نقل کیا ہی کہ انھون نے غیر مسلمون کو مسجدون
مین جانے سے روک دیا تھا، حافظ ابن کثیر لکھتے ہین "قال الامام ابو عمرو الاوزاعی کتب عمر بن عبد العزیز ان
امنعوا الیہود والنصاری من دخول مساجد المسلمین" (جلد ۴ صفحہ ۱۳۷) لیکن جب مرفوعات کی موجودگی
مین موقوفات و اقوال صحابہ حجۃ نہین تو ظاہر ہے کہ خود شارع کے نص و فعل کے مقابلہ مین صرف حضرۃ عمر بن عبد العزیز
کا مجرد قول اور اجتہاد کیا وزن رکھتا ہی؟ و اذا جاء نہر اللہ بطل نہر المعقل!

(۱۶)

اس وقت مین نے حافظ ابن کثیر کی تفسیر دیکھی تو حضرت امام ابو حنیفہ کے مذہب کی مؤید ایک روایت
ملی۔ اگرچہ فتح القدیر وغیرہ نے اس سے استدلال نہین کیا ہی، امام موصوف کا مذہب یہ ہی کہ مسجد حرام مین بھی ذمی
داخل ہو سکتے ہین۔ غالباً انکے مذہب کی بنیاد یہ ہو کہ عبد الرزاق نے ابو الزبیر سے حضرۃ جابر کا قول نقل کیا ہے
انہ یقول فی قولہ تعالی اِنَّمَا المشرکُونَ نَجَسٌ فَلَا یَقرَبُوا المَسجِدَ الحَرَامَ بعد عامہم ھٰذا، الا ان یکون
عبداً او احداً من اھل الذمۃ، اسی روایت کو باختلاف الفاظ امام احمد نے بطریق حسن عن جابر مرفوعاً
بھی روایت کیا ہی لیکن حافظ ابن کثیر لکھتے ہین "تفرد بہ الامام احمد مرفوعاً والموقوف اصح اسناداً"
(جلد ۴-۱۳۷) لیکن اس روایت سے بھی جمہور کے مذہب منع دخول پر کوئی اثر نہین پڑ سکتا ایسلیے کہ انما المشرکون

نجس فلا یقربوا کا نص عام و مطلق موجود ہی اور اس سے اہل الذمہ اور غلامون کو مستثنی کرنا قرآن پر زیادتی
ہے اور جب احناف کے نزدیک ہر طرح کی زیادتی نسخ ہے اور وہ خبر احاد مرفوع سے بھی جائز نہین،
"الزیادۃ علی الکتاب نسخ فلا یکون الا بآیۃ ناسخۃ او حدیث مشہور ناص" تو پھر محض حضرۃ جابر
کے قول سے حکم عام و مطلق قرآن پر کیونکر زیادہ جائز ہو سکتی ہے۔ علی الخصوص جبکہ دیگر دلائل و قواطع اور تعامل
عہد صحابہ و خلفاے راشدین و عمل مستمرۂ اہل اسلام سلفاً و خلفاً اس کے ساتھ موجود ہی۔

(۱۷)

غالب جماعت علماء ہند کا عمل و فتوی فقہ حنفی پر ہے۔ اس لیے عملاً تو اس بحث کا اُسی وقت خاتمہ ہو گیا
جب معلوم ہو گیا کہ اس بارے مین فقہاء حنفیہ کا مذہب کیا ہی؟ لیکن تحقیق و تکمیل بحث کے لیے مناسب ہو گا
اگر دیگر ائمہ اہل اسلام کے مسالک بھی صاف ہو جائین علی الخصوص جبکہ فقہ جامع سے بے خبری اور اشتغال
بہ مجرد فقہیات درسیۂ حنفیہ کی وجہ سے خلافیات مین لوگون کی معلومات کوتاہ اور حکم اکثر حالتون مین غلط ہوتا ہی۔
امام مالک رح اور امام احمد رح کی نسبت ہدایہ وغیرہ کی شروح مین تم نے دیکھا ہو گا کہ اس بارے مین انکا مذہب مطلقاً
منع ہے۔ اسی بنا پر تعلیل بالنجاستہ کے جواب مین بعض شارحین ہدایہ نے لکھا ہے کہ یہ دلیل شافعیہ کے لیے
مفید نہین ہو سکتی۔ کیونکہ مسجد حرام کے علاوہ عام مساجد مین وہ بھی قائل جواز دخول ہین، البتہ مالکیہ کے لیے ہو سکتی
ہے جنکا مذہب مطلقاً منع ہے۔ لیکن تحقیق کرنے سے معلوم ہوا کہ اصلیت اس کے خلاف ہی۔ اور دراصل اصح و مفتی بہ
مذہب مالکیہ و حنابلہ کا بھی وہی مذہب تفصیل ہی جو امام شافعی کا ہے، انکو مطلقاً جواز سے اختلاف ہی کہ جواز مقید
بالاذن والرضاء ہے۔ یہ معلوم ہے کہ فقہاء و ائمہ کے اقوال و مذاہب کی نسبت بے شمار مسائل مین بسا اوقات
مختلف روایتین بلکہ متضاد روایات پائی جاتی ہین، اور فقہ حنفی مین تو اس کے نظائر سب سے زیادہ پائے
جاتے ہین، باوجود تدوین کتب صاحبین خود صاحبین کے اقوال ظاہر الروایۃ مین کچھ ہین اور غیر ظاہر الروایۃ کتب مین
کچھ۔ حتی کہ کہا گیا کہ کوئی مذہب نہین جسکے مطابق کوئی نہ کوئی روایت فقہ حنفی مین نہ ملجائے۔ لیکن باین ہمہ

عمل و فتویٰ قول اصح و مفتی بہ پر ہے۔ نہ کہ مرجوح غیر معمول بہ پر۔ یہی حال دیگر ائمہ کے یہان پیش آیا۔ پس دیکھنا صرف یہی نہین ہے کہ اُنکے اقوال کون کون سے منقول ہین؟ بلکہ یہ معلوم کرنا چاہیے کہ ان کے یہان کی تقسیم طبقات و مسائل اور عمل و افتاء کے لحاظ سے اصح اور معمول و مفتیٰ بہ قول کون ہے؟ حضرۃ امام احمدؒ سے اس بارے مین دو قول مشہور ہین۔ ایک مین ذمیون کے لیے جائز قرار دیا ہے مگر غیر ذمی کفار کے لیے ناجائز، اور دوسرے مین تمام غیر مسلمون کے لیے جائز مگر اذن مسلم کی شرط دونون مین ہے۔ اور فقہاء حنابلہ کا فتویٰ و عمل اسی دوسرے قول پر ہے۔ کتاب المستوعب مین (جس پر تمام فقہاء متاخرین حنابلہ کا عمل و فتویٰ ہے) تمام اقوال جمع کر دیے ہین "هل یجوز لکافر دخول مساجد الحل؟ علی روایتین" پھر کہا "وان الصحیح من المذهب الجواز"، بلکہ بعض اکابر حنابلہ کے نزدیک تو اذن مسلم کی بھی شرط نہین ہے، اگرچہ یہ قول مرجوح ہے، آداب الکبریٰ ابن مفلح مین ہے "فی جواز دخول الکافر مساجد الحل باذن مسلم لمصلحۃ روایتان۔ وحکی بعض اصحابنا روایۃ الجواز من غیر اشتراط اذن" یہی حال فقہاء مالکیہ کا ہے۔ ایک قول مین تو مطلقاً منع ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ ذمیون کو اجازت دیجا سکتی ہے اگر مصلحت ہو، مگر غیر ذمیون کو نہین اور اکثر فقہاء مالکیہ کا فتوی اسی پر ہے۔ سید محمد امیر حاشیہ مجموعۃ الفقہی مین لکھتے ہین "ولیس لکافر دخول مساجد الحل ویجوز دخولها للذمی۔ هٰذا المذهب المعتمد"۔

مناسب مقام ایک واقعہ یاد آگیا، سنہ مین جب **نپولین** بوناپارٹ نے مصر پر حملہ کرکے فتح کرلیا، اور ڈھائی برس تک فرانسیسیون کا قبضہ رہا، تو گو خود نپولین اور اکثر افسران فوج نے علانیہ جامع ازہر مین اسلام قبول کرلیا تھا، جمعہ کی نماز مین شریک ہوتے تھے، اور اسلامی نام بھی اختیار کرلیے تھے، مگر تمام فرانسیسی فوج بدستور عیسائی ہی سمجھی جاتی تھی اور اکثر اوقات مسجدون مین داخل ہوجاتی تھی، اسپر یہ بحث چلی کہ غیر مسلمون کو مساجد مین آنے دینا چاہیے یا نہین؟ ازہر کے بعض علماء مالکیہ نے کہا کہ جائز نہین۔ لیکن **شیخ عبد الرحمان جبرتی** صاحب تاریخ عجائب الآثار نے ایک خاص رسالہ لکھکر ثابت کیا کہ مالکیہ کے مذہب مین بھی اذن و اجازتِ اہل اسلام کی شرط کے ساتھ جائز ہے، پس بغیر مسلمانون کی اجازت کے عیسائی داخل نہون، اجازت لیکر رعایتِ احترام و تعظیم مسجد کے ساتھ داخل ہوسکتے ہین

یہ پورا واقعہ شیخ عبد اللہ شرقاوی نے تحفۃ الناظرین مین لکھا ہے جو اُسوقت شیخ الازہر تھے، مگر کتاب مذکور اسوقت میرے پاس نہین

(۱۸)

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ بلاد اسلام غیر مسلمون کے حق مین تین حالتین رکھتے ہین:

اولاً حرم، تو جائز نہین ہے کہ کسی حال مین بھی غیر مسلم کو داخل ہونے کا موقع دیا جاے خواہ ذمی ہو خواہ مستامن۔ اور کوئی قیاس اور تعلیل بالمصلحۃ وغیرہ اس بارے مین مسموع و مقبول نہین، لظاهر الآیۃ فلا یقربوا المسجد۔ وبہ قال الشافعی واحمد ومالک والجمهور من السلف والخلف والعمل علی ذلک، وللمدینۃ حرم مثل حرم مکۃ۔ اور اگر کسی غیر مسلم حکومت کے غیر مسلم سفراء آئین یا اور کوئی ایسی ہی ضرورت پیش آجاے اور امام حرم مین ہو، تو انکو اندر بلانا جائز نہین، بلکہ چاہیے کہ خود حدود حرم سے باہر نکلکر اُن سے ملاقات کرے، او یبعث الیهم من یسمع رسالتهم خارج الحرم اور گو حنفیہ کا قول اس کے خلاف ہے مگر عمل انکا بھی اسی پر رہا ہے، اگر مسلمانون کی لاعلمی مین کوئی غیر مسلم بہ تلبیس و فریب داخل ہوگیا ہو تو بمجرد علم اس کا اخراج واجب ہوگا،

ثانیاً جزیرۂ عرب "ما احاط بہ بحر الهند والشام ثم دجلۃ والفرات او ما بین عدن ابین الی اطراف الشام طولاً، ومن جدۃ الی ریف العراق عرضاً"، (قاموس) وقال ابن الکلبی "جزیرۃ العرب من اقصی عدن الی ریف العراق فی الطول، واما فی العرض فمن جدۃ وما والاها من ساحل البحر الی اطراف الشام، وتبوک من الحجاز"، تو اس کا حکم یہ ہے کہ امام و خلیفہ کی اذن سے غیر مسلم داخل ہوسکتے ہین۔ لیکن ایک مسافر کے قیام سے زیادہ ٹھیرائو اور توطن جائز نہین۔ یعنی زیادہ سے زیادہ تین دن تک خاص حالتون مین امام وقت اس سے زیادہ دنون کی بھی اجازت دیسکتا ہے، مثلاً سفراء دول و ارباب صناعۃ وغیرہ کو، لیکن تمکین قیام اور توطن و تقرر شرعاً جائز نہین۔ خواہ ذمی ہون۔ خواہ مستامن۔ لوصیتہ صلعم، "اخرجوا الیهود والنصاریٰ من جزیرۃ العرب" وغیر ذلک من نصوص السنۃ فی هذا الباب ومنها ما روی عن عمر بن الخطاب رض انہ سمع رسول اللہ صلعم یقول "لاخرجن الیهود والنصاریٰ

من جزیرۃ العرب حتی لا ادع الا مسلماً"، واجلاهم عمرؓ فی خلافتہ باجماع الصحابہ، اور اس نص صریح کے خلاف اصحاب ظن و تخمین کی
کوئی تاویل قیاسی و رائی مسموع و مقبول نہیں اور نہ استنباط علت مصلحت باین طور کہ اگر کوئی مصلحۃ مقتضی تقریر اہل کتاب کفار در عرب
کی ہو تو اخراج و منع توطن ضروری نہیں صحیح رد و ابطال نصوص بمجرد ظن و رائے بحت ہے، اور گو حکم اخراج و حکم منع قیام "درائے" کے خلاف ہو
لیکن قیاس صحیح و صالح اور حکمت عقلیہ صادقہ کے ابدا خلاف جس طرح شریعت کا کوئی حکم قیاس صحیح کے
خلاف نہیں ہے۔ یہ موقع اس کی تفصیل کا نہیں، مگر سورہ براۃ کی تفسیر میں اس مسئلہ کو پوری تفصیل
کے ساتھ لکھ چکا ہون۔ افسوس کہ صدیون سے اسلامی حکومتون کا عمل اس حکم صریح شارع کے
برخلاف چلا آرہا ہے۔ علی الخصوص حکومۃ عثمانیہ نے جزیرۂ عرب مین غیر مسلمون کو علانیہ و قانوناً تمکین و توطن
و تقریر کی اجازت دیدی اور اس سے بھی بڑھکر یہ کہ عین جدہ مین کہ صرف جزیرۂ عرب بلکہ حدود حجاز مین
داخل ہے، غیر مسلمون کی تقریر و تمکین سے کچھ تعرض نہین کیا گیا، اور یہ نتیجہ ہے کتاب و سنت سے بُعد، اور علوم
اصلیۂ قرآن و حدیث کے ترک و ہجر کا، اور علی الخصوص علماء اتراک کے فقیہانہ جمود و تنگی نظر کا، کہ بلا نظر و تحقیق صرف
فقہ حنفی کی روایات پر قوانین ملکی و سیاسی کا دار و مدار ٹھرایا اور نصوص سنت کی اس بارے مین کچھ پروا نہ کی۔
فقہاء حنفیہ کے نزدیک تو غیر مسلمون کا اخراج خود حدود حجاز بھی سے واجب نہین۔ تا بہ جزیرۂ عرب چہ رسد؟
اس غفلت و جہل اور ترک احکام شریعۃ و رد وصیۃ نبوی و سنۃ خلفاء راشدین و تشبث بہ آراء و قیاسات
رجال سے جو نتائج مہلکہ پیدا ہوئے، اور جنکا معاملہ اب آخری حد ظہور و بلوغ تک پہنچ چکا ہے وہ دنیا کے ہر
باشندے کے سامنے ہین، حاجت بیان کی نہین۔ البتہ بن پڑے تو ترک عمل بالکتاب والسنۃ کے عقوبت
و عذاب پر ماتم کرنا چاہیے، وَاِذَا اَرَدْنَا اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا، فَفَسَقُوْا فِيْهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ
فَدَمَّرْنَاهَا تَدْمِيْرًا! فی الحقیقت ترک عمل بالکتاب والسنۃ ہی کا وہ فتنۂ اصلیۂ و اساسیہ ہے جو آج صدیون سے
ہادم ملۃ اسلامیہ و محقق بدو غربۃ اسلام، و سبب تفاقم امر و اشتداد بأس، و مبدء "ظہر الفساد فی البر و
البحر بما کسبت ایدی الناس"، و مولد ہمہ مفاسد و مہالک و باعث جمیع نوازل و زلازل و قلاقل، قرناً

بعد قرنٍ و تارۃً بعد اُخریٰ ہو رہا ہے، والناس فی غفلۃ معرضون۔ مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنْ رَّبِّهِمْ مُّحْدَثٍ
اِلَّا اسْتَمَعُوْهُ وَهُمْ يَلْعَبُوْنَ۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون! آج ہر طرف لوگ اسباب تنزل و تسفل امۃ پر بحث
کر رہے ہین مگر خواص امۃ اور مدعیان اصلاح و امامۃ فی الدین تک کو معلوم نہین کہ اصلی سبب تمام نوازل و مصائب کا کیا ہے؟
کاش اللہ تعالی اس حقیقت کے فہم کے لیے اب بھی دلون کا انشراح فرما دے کہ جن جن چیزون کو سبب سمجھ رکھا
ہے وہ خود کسی علۃ اصلی کی فرع ہین، علۃ اصلیہ نہین ہین۔ اصلی علۃ اول روز سے ایک ہی رہی ہے اور آج تک
ایک ہی ہے یعنی ترک عمل بالکتاب والسنۃ اور اقتصار بر مجرد روایات فقہیہ، و التزام تمذہب وجوباً، و سد باب
نظر و اجتہاد و تفقہ فی الدین۔ ایک واضح نظیر اسکی یہی مسئلۂ تقریر کفار در جزیرۂ عرب و عدم وجوب اخراج اہل کتاب ہے
جس پر محض بر بناء تقلید فقہاء حنفیہ سلاطین اہل اسلام عمل کرتے رہے، اور نص رسول کو بمقابلۂ آراء و قیاسات رجال
پس پشت ڈالدیا۔ اس کا تخم اوائل ہی مین پڑ چکا تھا لیکن آج برگ و بار مسلمانون کے سامنے ہین، اور ہر
ذی عقل موجودہ حالات کو دیکھکر فیصلہ کر سکتا ہے کہ حق وہ تھا جو اللہ کے رسول کی وصیۃ اور متبعین ظواہر
نصوص کا مسلک تھا یا حق یہ ہے جو ارباب آراء و تاویلات قیاسیہ نے اختیار کیا؟ با این ہمہ اب تک بدستور تشخیص
مرض سے اعراض اور تجویز و تنفیذ علاج سے جہل و اغماض ہے۔ آج کون ان مسلمانون کو جو ایک ہی صراط مستقیم کو چھوڑ کر
سُبُل متفرقہ مین بھٹک گئے ہین، یہ بتلائے کہ راہ فوز و نجات ماسلف وہ نہین ہے جسکا غلغلہ و ہنگامہ ہر طرف
مچایا جا رہا ہے۔ بلکہ صرف ایک ہی تھی اور ایک ہی ہے یعنی بحکم "عضوا بالنواجذ" اعتصام بالکتاب والسنۃ
اور بہ تعمیل وصیۃ نبوی بہ حذیفہ کہ "فاعتزل تلک الفرق کلہا و ان تعض باصل شجرۃ" (رواہ البخاری)

ترک ما سواہما و ان تعضوا باصل شجرۃ!

مصلحت دید من آنست کہ یاران ہمہ کار   بگذارند و خم طرۂ یارے گیرند!

بہر حال دوسری قسم بلاد اسلامیہ کی بحث کفار جزیرۂ عرب ہے جسکی نسبت شریعۃ حقہ کا حکم وہ تھا
اور مسلمانون نے عمل یہ کیا۔ اور اسکی یاداش مین وہ سب کچھ ہوا جو ہو چکا ہے، اور وہ سب کچھ ہونا ہے جو

ہو رہا ہے، تا از پردۂ غیب چہ رومی دہد، ولعل اللّٰہ یحدث بعد ذلک امرا!

ثالثاً تمام ممالک اسلامیہ و بلاد محکوم بحکومت اسلام تو ان کا حکم یہ ہے کہ غیر مسلمون کو (خواہ اہل کتاب ہون یا غیر اہل کتاب) اُن مین توطن و قرار کا موقعہ دینا جائز ہے۔ اور اُسکی شرعاً دو صورتین ہین عہد اور امان و ذمہ اور جب کوئی جماعت ذمیون مین داخل ہوگئی تو اسکو وہ تمام حقوق امن و نظم و شہریت کے حاصل ہوگئے جو خود مسلمانون کو شرعاً حاصل ہین۔ ازانجملہ یہ کہ وہ مسجدون مین داخل ہوسکتے ہین مگر امام وقت یا مسلمانونکی اجازت و رضا سے۔

(۱۹)

بعض صاحبون نے اس سلسلے مین یہ بھی لکھا ہے کہ مسجد صرف عبادۃ کے لیے ہے اس لیے ہر قسم کی مجلسین وہان منعقد کرنا جائز نہین ہے۔ یہ بات پہلے بھی بارہا کہی گئی ہے اور ایک بار سے زیادہ مرتبہ اس بارے مین بالتفصیل لکھ چکا ہون یہان اس قدر اشارہ کردینا کافی ہے کہ "مسجد عبادۃ کے لیے ہے" اسکا مطلب کیا ہے؟ اگر یہ مطلب ہے کہ "انما بنیت المساجد لما بنیت لہ" (مسلم عن ابی ہریرہ) اور وان المساجد للّٰہ فلا تدعوا مع اللّٰہ احدا تو یہ حق ہے اور اس سے کسی کو انکار نہین۔ لیکن اگر مقصود یہ ہو کہ بجز نماز کے اس مین اور کچھ نہونا چاہیے تو اس قول سے بڑھکر جہل بالشریعۃ کا اور کوئی قول نہین ہوسکتا۔ یہ دواوین و اسفار سنۃ اور قناطیر مقنطرہ کتب شریعۃ موجود ہین جن سے صریح و قطعی اثبات بے شمار اعمال و اجتماعات و مجالس فی المسجد کا ہوتا ہے اور بالاتفاق تمام ائمۂ اسلام نے نہ صرف اُنکے جواز بلکہ مستحسن و مسنون ہونے پر اتفاق کیا ہے پھر ان سب کا کیا جواب ہوگا؟ اور نہین تو صرف صحیح بخاری ہی کے ابواب متعلق احکام مسجد دیکھ لیے جائین کہ خود آنحضرۃ صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے عمارت مسجد سے کیا کیا کام لیے ہین؟ وفود کے نزول و قیام کی روائتین اوپر گذر چکین۔ دراصل عہد نبوی مین مسجد نبوی ہی اور تمام عمارتون کی طرح سرکاری مہمانسرا کا بھی کام دیتی تھی عمارتون کی تعمیر و تخصیص عہد فاروقی سے شروع ہوئی ہے۔ اموال غنائم اور خراج و زکوٰۃ وغیرہ بھی مسجد ہی مین لائے جاتے تھے اور وہین لوگون مین تقسیم ہوتے تھے۔ عہد خلفاے راشدین مین بھی ایسا ہی ہوتا رہا، امام بخاری نے باب باندھا ہے، باب القسمۃ و تعلیق القنو فی المسجد، اور حضرۃ انس رض کی روایت درج کی ہے کہ جب بحرین سے خراج آیا تو آپنے حکم دیا "انثروہ فی المسجد" ای صبوہ فی المسجد، چنانچہ نماز کے بعد تقسیم کے لیے بیٹھے اور مسجد ہی مین تقسیم فرمایا، مسجد ہی دار القضاء والافتاء تھی۔ بے شمار واقعات اسکی نسبت موجود ہین۔ امام بخاری نے باب باندھا ہے "القضاء واللعان فی المسجد" اور واقعہ لعان کی مشہور روایت لائے ہین۔ مسافر کا مسجد مین قیام بالاتفاق جائز ہے اور امام بخاری نے باب باندھا ہے "نوم المرأۃ فی المسجد" اور اس مین بروایت حضرت عائشہ رض ولیدہ (ایک لڑکی) کے آنے اور مسلمان ہونے اور مسجد مین قیام کرنے کا واقعہ لائے ہین "فکانت لہا خباء فی المسجد" خبا یعنی خیمہ۔ حضرۃ عبد اللّٰہ بن عمر رض کہتے ہین کہ مین نوعمر و مجرد تھا۔ اکثر مسجد مین سوجایا کرتا تھا، حضرۃ علی کا مسجد مین سونا اور آنحضرۃ کا "قم یا ابا تراب" کہنا معلوم ہے۔ مسجد نبوی ہی فقرا و صعالیک کی دار الاقامہ اور متعلمین مستران و شریعۃ کے لیے درسگاہ تھی، اصحاب صفہ کے تلقب کا سبب یہی ہے کہ مسجد مین انکے لیے ایک صفہ (چبوترہ) تھا، جہان شب و روز پڑے رہتے تھے، امام بخاری ابو ہریرہ رض کی روایت "نوم فی المسجد" مین لائے ہین کہ اصحاب صفہ مین سے مین نے ستر آدمیون کو دیکھا جنکے جسم پر پورا کپڑا بھی نہ تھا۔ مسجد نبوی مین علاوہ جماعۃ صلوٰۃ کے ہر طرح کی مجلسین اور صحبتین منعقد ہوتی تھین۔ آنحضرۃ صلعم کی نشست اکثر اوقات یہین رہتی تھی اور تعلیم و صحبت و صدور احکام و مشورہ و معاملات وغیرہ، جو کچھ ہوتا تھا یہین ہوتا تھا جو لوگ کہتے ہین کہ "مسجد صرف نماز کے لیے ہے" اُنسے پوچھنا چاہیے کہ فوجون کی طیاری اور ترتیب انکے لیے مالی اعانات کی فراہمی، مفتوحہ بلاد کے ملکی انتظامات وغیرہ، انکی اصطلاح مین کس قسم کے کام ہین؟ نماز یا غیر نماز؟ دینی، یا سیاسی؟ صریح و قاطع روائتین موجود ہین کہ یہ تمام امور مسجد ہی مین انجام پاتے تھے، حمایت و نصرۃ حق مین نظم و نثر کا پڑھنا اور لوگون کا جمع ہوکر سننا کس قسم کا عمل ہے؟ لیکن معلوم ہے کہ مسجد نبوی مین حضرت حسان بن ثابت رض اپنے قصائد سناتے تھے اور خود آنحضرت صلی اللّٰہ علیہ وسلم سنتے اور خوش ہوکر دعا دیتے تھے اللّٰہم ایدہ بروح القدس، حسان نے اسپر ابو ہریرہ رض سے تصدیق چاہی اور انہون نے کہا سچ ہے امام بخاری نے اسی روایت سے

جواز انشاد شعر فی المسجد کا استنباط کیا اور اس کے لیے ایک باب باندھا ہے، اور ترمذی مین حضرۃ عائشہؓ کی روایت ہے
کہ "کان رسول اللہ صلعم ینصب لحسان منبراً فی المسجد فیقوم علیہ یہجو الکفار" یعنی آنحضرۃ صلعم
حسانؓ کے لیے مسجد مین ممبر رکھواتے اور وہ اسپر کھڑے ہوکر کفار کی ہجو مین اپنے اشعار سناتے۔ حضرت شیخ عبد القادر
جیلانی رحمۃ اللہ علیہ غنیۃ الطالبین مین لکھتے ہین، "لا باس بانشاد شعر فی المسجد خال من سخف وھجاء
للمسلمین" ثم قال "والاولی صیانتہ عنہا الا ان تکون من الزہدیات فیجوز الاکثار لان المساجد
وضعت لذکر اللہ" علامہ سفارینی شرح منظومۃ الآداب مین لکھتے ہین "قلت ومثل الزہدیات بل اولی ما فیہ
مصلحۃ للمسلمین من ہجو اعداء اللہ وتحریض المومنین علی اتباع الحق والاجتناب عن السیئات" (جلد ۲
۲۵۸) اور آنحضرۃ کے نماز صبح کے بعد مصلی پر کچھ عرصہ تک تشریف فرما رہنے والی روایت مین بعض صحابہ نے
کہا کہ ہم لوگ نماز کے بعد ٹولیان بناکر بیٹھ جاتے تھے اور عہد جاہلیت کے واقعات کا ذکر کیا کرتے تھے۔ آنحضرۃ صلعم
دیکھتے اور کبھی کبھی متبسم ہوجاتے۔ اور ثوبان کی روایت متضمن منع انشاد شعر کہ "من رایتموہ ینشد شعراً فی المسجد
الخ"، تو بالاتفاق اس سے مقصود اشعار نسیب ومعاشقہ ومطالب جاہلیہ ہین نہ کہ نفس انشاد شعر۔ جمعاً بین الاحادیث۔ عہد
نبوی مین مسجد ہی شفاخانہ کا کام دیتی تھی۔ امام بخاری نے باب باندھا ہے "باب الخیمۃ فی المسجد للمرضیٰ وغیرہم"
جنگ خندق مین سعدؓ زخمی ہوئے تو آنحضرۃ صلعم نے مسجد مین خیمہ نصب کرادیا اور اسی مین رکھا تاکہ قریب رہین۔ جو لوگ
کہتے ہین کہ مسجد مین بجز نماز کے اور کچھ نہین ہونا چاہئیے نہین معلوم وہ لعب حبشہ والی روایت کو سنکر کسقدر متعجب ہونگے؟
امام بخاری نے تو ایک خاص باب ہی اس واقعہ کی بنا پر باندھ دیا، "باب اصحاب الحراب فی المسجد"، الحراب
بالکسر جمع حربۃ، نیچے حضرۃ عائشہؓ کی روایت لائے ہین "لقد رأیت رسول اللہ صلعم یوماً علی باب حجرتی
والحبشۃ یلعبون فی المسجد" دوسری روایات مین یہ واقعہ مفصل مذکور ہے اور بوجہ شہرت احتیاج ذکر
نہین۔ حافظ عسقلانی اس باب کی شرح مین لکھتے ہین "وفی بعض طرق ہذا الحدیث ان عمر انکر علیہم
لعبہم فی المسجد فقال لہ النبی صلعم دعہم" (فتح الباری مصری جلد ا صفحہ ۲۵۷) بلاشبہ ان واقعات مین

بہت سے واقعات ایسے تھے جو اول اول مین عارضی طور پر احتیاجاً وقوع مین آئے اور اب بحالت اعتیاد
والتزام انکو ضرور روکا جائیگا، مثلاً یہی آخری واقعہ۔ لیکن مقصود ان واقعات کے نقل کرنے سے یہ ہے کہ یہ جو بار
بار کہا جاتا ہے کہ مسجد صرف نماز کے لیے ہے تو اسکو سوچ سمجھکر کہنا چاہیے۔ یہ نہین کہ جو منھ مین آیا کہدیا اور جو
بات اپنی ہوا وخواہش کے خلاف ہوئی اسکو جھٹ ناجائز بتلادیا۔ یہ معلوم ہے کہ مسجد اللہ کی عبادۃ اور ذکر کے
لیے ہے، لیکن مسجد کا نماز کے لیے ہونا کب اس سے مانع ہے کہ تبعاً دیگر مقاصد صالحہ وحقہ کے لیے استعمال مین
لائی جائے؟ اور ذکر کا مطلب ہی لوگون کو معلوم نہین۔ قرآن کی زبان مین ہر قول وفعلِ حق ذکر ہے، اور
معاملات خدمت نوع وملت وہدایت واصلاح امم ودفع جور اعداء اعداء حق تو عین ذکر کے مدلول مین داخل
ہے اور دلیل اسکی خود آنحضرۃ صلعم اور صحابہؓ وخلفاے راشدین مہدیین کا عمارت مسجد کو تمام مقاصد ملیہ
واجتماعیہ صالحہ کے لیے بالاتفاق کام مین لانا ہے۔ آنحضرۃ صلعم کے طرز عمل کے لیے گزشتہ اشارات کافی
ہین۔ صحابہ کرام کا جو حال رہا وہ اس باب مین سب سے زیادہ واضح وقاطع اور علی الخصوص اجتماعات حاضرہ کے
لیے پوری طرح اسوۂ حسنہ ہے۔ اسلامی حکومت کی پارلیمنٹ ہمیشہ مسجد نبوی ہی رہی۔ یہی مشورۃ گاہ اعیان ملت
واصحاب حل وعقد وعامۂ اہل اسلام تھی جسمین سارے ملکی وسیاسی ومالی معاملات فیصل ہوتے اور انجام پاتے
تھے۔ حضرۃ عمرؓ کے زمانہ مین جب کبھی کوئی اہم مشورہ طلب معاملہ پیش آتا تھا تو ایک آدمی مقرر تھا (غالباً موذن)
جو شہر مین باین الفاظ اعلان کرتا "الصلوٰۃ جامعۃ"، یہ سنتے ہی لوگ مسجد مین جمع ہونا شروع ہوجاتے۔ جب
تمام لوگ آچکتے تو حضرۃ عمرؓ حاضرین کو مخاطب کرتے اور مشورہ طلب معاملہ کثرت راے سے طے پاتا (طبری مطبوعہ
مصر جلد ۵ - ۱۵۳) حضرت عمرؓ نے مہاجرین کی ایک خاص مجلس شوریٰ بھی قائم کی تھی جو اس عام مجلس کے
علاوہ تھی، بلاذری نے تصریح کی ہے کہ یہ مجلس ہمیشہ مسجد ہی مین منعقد ہوتی تھی۔ مجوسیون کو اہل الذمہ قرار دینے
کا مسئلہ اسی مجلس مین طے ہوا تھا۔ "کان للمہاجرین مجلس فی المسجد فکان عمر یجلس معہم فیہ ویحدثہم
عما ینتہی الیہ من امر الآفاق" (فتوح البلدان مطبوعہ لیڈن صفحہ ۲۰۷)

زہری حضرت ابن المسیب سے روایت کرتے ہین کہ جب فارس سے مال غنیمت کا پانچوان خمسہ حسب دستور
مدینہ پہنچا تو حضرۃ عمرؓ نے حکم دیا کہ مسجد مین رکھا جاے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ رات بھر بعض صحابہ نے پاسبانی کی، دوسرے
دن تمام مسلمان مسجد مین جمع ہوے اور مال تقسیم کیا گیا۔ کتاب الخراج مین قاضی ابو یوسف لکھتے ہین "حدثنی علی
بن عبد اللہ عن الزہری عن سعید بن المسیب قال لما قدم علی عمر باخماس فارس قال واللہ لا یجنہا سقف دون السماء
حتی اقسمہا بین الناس فامر بہا فوضعت بین صفی المسجد وامر عبد الرحمن بن عوف وعبد اللہ بن ارقم فباتا علیہا
ثم غدا عمر رض عنہ بالناس علیہ" (صفحہ ۲۷)

یہ معلوم ہوچکا ہی کہ آنحضرۃ صلی اللہ علیہ وسلم اور عہد خلفا مین مسجد نبوی ہی تمام مجالس ومجامع اور معاملات ملکی از قبیل
تقسیم غنایم وتجہیز جیش وانفصال مہمات کی جگہ تھی اس لیے روایات مین گو لفظ مسجد کی تصریح نہو لیکن جہان
کہین مجالس کے انعقاد، بحث ومباحثہ، خطبات، مذاکرہ وغیرہ کا ذکر کیا گیا ہی مقصود اس سے یہی ہے کہ مسجد ہی
مین وہ سب کچھ ہوا۔ حضرۃ عمرؓ کی مجالس ملکی کا جسقدر حال قاضی ابو یوسف کی کتاب الخراج مین یکجا ملجاتا ہے
شاید اور کہین نہ ملے۔ کیونکہ کتاب کا موضوع خراج ومشورہ وجزیہ وغیرہ محاصل مالیہ ہین اور تقریباً تمام مالی مسائل کا
عملی انفصال حضرۃ عمرؓ کے زمانہ مین ہوا ہی۔ کتاب الخراج مین جا بجا موجود ہی۔ "ان عمر جمع اناسا فقال کذا وکذا
ان عمر شاور اصحاب النبی۔ ان عمر استشار الناس فقالوا کذا۔ جمع الناس ثم قام خطیباً فقال الخ"۔ اور اسیطرح
عام کتب آثار وتاریخ مین تو گو ان روایات مین اسکی صراحت نہین ہی کہ یہ تمام مجلسین مسجد ہی مین ہوئی تھین لیکن چونکہ
پہلے معلوم ہوچکا ہے کہ دار الشوریٰ اور دیوان ملکی مسجد نبوی ہی تھی، اسلیے ان تمام روایات مین ہر روایت ما نحن بصددہ کے
لیے مستقلاً دلیل وشاہد ہے۔

اصل یہ ہے کہ ساری مصیبت قلت وفقدان علم اور زیغ نظر وفہم کی ہی، اور اسی نے ہر معاملہ علم اور ہر وادی
عمل مین آفتین برپا کر رکھی ہین۔ نظرین کوتاہ ہوگئین، معلومات درسیات وچند شروح کے اندر محدود رہے،
دین مین فقاہت باقی نہ رہی، نتیجہ یہ ہی کہ کوئی ایک بات کان مین پڑگئی اور دنیا جہان کا فیصلہ اُسی سے کر دیا۔

انتی حالت کی نسبت کہا گیا ہے: حفظت شیئاً، وغابت عنک اشیاء!

لوگون نے صرف یہ کہین دیکھ لیا ہے کہ "مسجد عبادت کیلیے ہی" لیکن نہ تو اس کا مطلب سمجھا ہی اور نہ سمجھنے کا انتظار
ہی۔ لعب حبشہ واصحاب الحراب والی روایت اوپر گذر چکی ہی۔ خلاصہ اُسکا یہ ہی کہ مسجد نبوی کے صحن مین ایکمرتبہ حبشی ہتیارون
کے ساتھ اپنا ناچ اور کرتب دکھلاتے تھے جو دراصل ایک طرح کی فوجی ورزش ہی۔ آنحضرۃ صلعم نے حضرۃ عائشہ کو حجرہ کے
دروازہ سے اُنکا کھیل دکھایا۔ ایک روایت مین ہی کہ آپ نے اپنا دست مبارک سامنے کردیا تھا، اسپر سے حضرۃ عائشہؓ
جھانک کے دیکھتی رہین، دوسری روایت مین ہی کہ حضرۃ عمرؓ نے ان لوگون کو روکنا چاہا تھا کہ مسجد مین کھیل کود نہ کرو، مگر
آپنے فرمایا کہ نہ روکو۔ کھیلنے دو، کما موسا بقاً۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہین: "فیہ جواز ذلک فی المسجد" یعنی اس سے ثابت
ہوا کہ ایسا کرنا مسجد مین جائز ہی" قال، "واللعب بالحراب لیس لعباً مجرداً بل فیہ تدریب الشجعان علی مواقع الحروب
والاستعداد للعدو۔ وقال المہلب المسجد موضوع لامر جماعۃ المسلمین فما کان من الاعمال یجمع منفعۃ الدین
واہلہ، جاز فیہ" (فتح ۱/۴۵۵) یعنی ہتیارون کے ساتھ کھیل محض کھیل ہی نہین ہی بلکہ ایک طرح کی مردانہ اور جنگی ورزش ہی
جس سے دشمن کے مقابلہ کی استعداد بڑھتی اور شجاعت وہمت کو تحریک ملتی ہی اسلیے آپنے اسکو مسجد مین جائز رکھا، اور مہلب نے
کہا کہ مسجد بنائی گئی ہی جماعت اہل اسلام کے فائدے کے لیے پس تمام ایسے کام جو اسلام اور مسلمانونکے فائدہ کیلیے ہون اُسمین جائز ہونگے

اوپر گذر چکا کہ امام بخاری نے ایک باب باندھا ہی "الاغتسال اذا اسلم وربط الاسیر فی المسجد" اس ترجمہ باب
کے اصل نسخہ بخاری مین ہونے نہونے کی نسبت اختلافات ہین اور بصورۃ اثبات ترجمہ اس ترجمہ کے ربط ومطابقۃ کی نسبت
شارحین نے بحثین کی ہین۔ اسی سلسلہ مین حافظ موصوف لکھتے ہین "وادعی ابن المنیر ان ترجمۃ ہذا الباب ذکر البیع والشراء فی المسجد۔ قال
ومطابقتہا بقصۃ ثمامۃ ان من تخیل منع ذلک اخذہ من عموم قولہ انما بنیت المساجد لذکر اللہ فاراد البخاری ان ہذا العموم مخصوص
باشیاء غیر ذلک منہا ربط الاسیر فی المسجد۔ فاذا جاز ذلک للمصلحۃ فکذلک یجوز البیع والشراء للمصلحۃ فی المسجد" (صفحہ ۴۶۲) یعنی ابن منیر نے
اسکی نسبت یہ کہا ہی کہ دراصل اس باب کا ترجمہ متعلق ہی ذکر بیع والشراء فی المسجد سے، اور قصہ ثمامہ سے اسکی مطابقت یون ہے کہ جس کسی نے ذکر بیع وشرا کو
ممنوع خیال کیا تو اسی بنا پر کہ "انما بنیت المساجد لذکر اللہ" کے عموم پر اسکی نظر گئی، یعنی اسنے خیال کیا کہ جب مسجدین صرف اللہ کے ذکر کیلیے

موضوع مین توپھر بیع و شرار کا ذکر اذکار اس مین کیون جائز ہو؟ پس امام بخاری نے اس شبہ کو ادا کرنا چاہا، اور ذ دکھلانا چاہا کہ "انما بنیت المساجد لذکر اللہ" کے حکم عام کے لیے تخصیص بہت سی باتون مین ثابت ہو۔ از انجملہ یہ مین کہ قیدی کو مسجد مین باندھنا اور رکھنا جائز ہے۔ اور جب بربنا ءمصلحة یہ بات جائز ہوئی تو ذکر بیع و شرا ربربنا ءمصلحة کیون جائز نہو؟ انتھی ہمین یہان اس سے کوئی بحث نہین کہ اس باب کے ترجمہ و مطابقت روایة کی نسبت یہ توجیہ کہانتک درست ہو، حافظ ابن حجر کہتے ہین "ولا یخفی ما فیہ من التکلف"، مقصود اس قول کے نقل کرنے سے یہ دکھلانا ہو کہ ائمہ فقہ و حدیث نے "انما بنیت المساجد لما بنیت لہ" اور "لذکر اللہ" کا مطلب کیا سمجھا ہو؟ اور ابن منیر کے قول سے ضمناً یہ حقیقت واضح ہوگئی۔

دراصل حکم "انما بنیت المساجد لما بنیت لہ" اور "بنیت لذکر اللہ" کو اگر عام و مطلق بھی مان لیا جائے تو کوئی مضائقہ نہین "لما بنیت لہ اور ذکر اللہ" کا صحیح مطلب سمجھ لینا چاہیے، وہ ساری باتین جو آنحضرة صلعم و خلفاے راشدین نے مسجد مین کین، اور وہ اکثر امور جن سے آجکل کے مدعیان علم و حفظ شریعت روک رہے ہین، "ذکر اللہ" اور اصل موضوع بناء مسجد مین داخل ہین۔ خود قرآن حکیم نے خطبۂ وعظ جمعہ پر "ذکر" کا اطلاق کیا ہو، اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ وَذَرُوا الْبَیْعَ۔ سب نے اتفاق کیا کہ یہان "ذکر اللہ" سے مقصود خطبۂ جمعہ ہے۔ نہ کہ صلوة، اور اسی لیے "وَذَرُوا الْبَیْعَ" کے حکم کی تعمیل بمجرد سماع ندا، (اذان) واجب ہے نہ کہ ہنگام قیام صلوة۔ اور احادیث صحیحہ سے معلوم ہو کہ آنحضرة صلعم کے جن خطبات جمعہ کو اللہ نے ذکر اللہ فرمایا ان مین صرف یہی نہین ہوتا تھا کہ "موت کو یاد کرو اور روتے رہو" جیسا کہ اب ہو رہا ہو بلکہ ان مین ان تمام باتون کا ذکر کیا جاتا تھا جنکو آجکل کی جدید تقسیم اعمال انسانیہ مین "دنیوی معاملات" قرار دیا جاتا ہو، جب کبھی اسلام اور مسلمانون کے مصالح دینی و دنیاوی کی کوئی بات پیش آگئی ہے تو آپنے جمعہ کے دن خاص طور پر اسی کی نسبت خطبہ دیا ہے۔ ایسا ہی خطبات خلفاء راشدین کے ہوتے تھے، مین نے گذشتہ سال ایک رسالہ مقاصد و احکام جمعہ پر لکھا ہو۔ اس مین خطبہ جمعہ کی حقیقت اور اس بارے مین ہدی نبوة و اسوۂ حسنۂ خلفاء راشدین کو نہایت تفصیل سے واضح کیا ہے، اگر نوبت طبع و توزیع کی آئی تو انشاء اللہ اس باب مین نافع و قاطع ہوگا،

بعض حضرات نے اس مسئلہ مین مجتہدانہ استنباط و دقائق آفرینی کی بھی نمائش کرنی چاہی ہے۔ ایک صاحب لکھتے ہین کہ "جب مسجد مین پکار کر بات کرنے سے بھی روک دیا گیا کہ احترام مسجد کے خلاف ہو حتی کہ حضرة عمرؓ نے دو شخصون سے کہا "اگر تم شہر کے باشندے ہوتے۔ مسافر نہ ہوتے۔ تو مین تمکو سخت سزا دیتا۔ تم مسجد رسول اللہ مین اپنی آوازین بلند کرتے ہو" تو پھر اس طرح کے "مخلوط جلسے" اور تقریر و بحث کا ہنگامہ کب جائز ہو سکتا ہے"؟ حقیقت یہ ہو کہ آجکل مذہبی مسائل کی نسبت جسقدر خامہ فرسائیان کی جارہی ہین ان سے اور تو کوئی نتیجہ نہین نکلتا۔ صرف یہ ہوتا ہو کہ جو لوگ مسلمانون کے علمی تنزل کے ماتم گسار ہین انکے لیے درد و غم اور حسرت و اندوہ کا ایک نیا سامان بڑھجاتا ہو، اول تو "مخلوط" اور "غیر مخلوط" مجالس کی جدید تقسیم سے اصول فقہ مین جو اضافہ کیا گیا ہو معلوم نہین وہ کس نور الانوار اور تلویح سے ماخوذ ہو؟ پھر کاش "رفع الصوت فی المسجد" اور حضرة عمرؓ والی روایت کا مطلب کسی متداول شرح کی مدد سے سمجھ لیا ہوتا۔ امام بخاری نے صحیح مین باب باندھا ہو "مسجد مین آواز بلند کرنے کا حکم" اور اس مین دو روایتین لائے ہین۔ پہلی روایت یہی حضرة عمرؓ والی ہو۔ سائب بن یزیدؓ کہتے ہین کہ مین مسجد مین کھڑا تھا (اور ایک روایت مین قائما کی جگہ نائما ہے اور حاتم کی روایت مین کنت مضطجعا ہو۔ یعنی سو رہا تھا) کہ یکایک کسی نے مجھپر کنکری پھینکی۔ دیکھا تو عمر بن الخطاب ہین انہون نے دو آدمیون کی طرف اشارہ کیا کہ میرے پاس لے آؤ۔ جب وہ آئے تو انسے پوچھا تم کون ہو یا کہان کے رہنے والے ہو؟ انہون نے کہا طائف کے، حضرت عمرؓ نے کہا "لو کنتما من اھل البلد لا وجعتکما۔ ترفعان اصواتکما فی مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم؟" ترجمہ اوپر گذر چکا ہے۔ اسکے بعد دوسری روایت عبد اللہ بن کعب کی لائے ہین خلاصہ اسکا یہ ہو کہ کعب بن مالکؓ اور انکے ایک مقروض مسجد مین اپنے قرضہ کی نسبت بات چیت کر رہے تھے یہانتک کہ چلا چلا کر باتین کرنے لگے اور انکی آواز آنحضرة نے اپنے حجرہ مین سن لی۔ پس آپ نکلے اور کعب کو اشارہ کیا کہ اسقدر اپنے قرض مین سے چھوڑ دو الخ" ان دونون روایتون کو اس باب مین امام بخاری نے اسلیے جمع کیا کہ مسئلہ کے دونون پہلو منع و جواز کے واضح کرنا چاہتے تھے، "وھذا من کمال فقھہ ودقة استنباطہ" حافظ عسقلانی لکھتے ہین "اشار بالترجمة الی الخلاف فی ذلک۔ فقد کرھہ مالک مطلقاً سواء کان فی العلم ام فی غیرہ۔ وفرق غیرہ

بین ما یتعلق بغرض دینی او نفع دنیوی و بین ما لا فائدۃ فیه۔ وساق البخاری فی الباب حدیث عمر الدال علی المنع وحدیث کعب الدال علی عدمه اشارۃ منه الی ان المنع فی ما لا منفعة فیه۔ وعدمه فی ما تلجئ الضرورۃ الیه" (ج ۱ ص ۴۶۵) یعنی ترجمۂ باب مین اشارہ ہی اُس اختلاف کا جو اس باب مین واقع ہوا۔ امام مالک مطلقاً رفع الصوت کو مکروہ کہتے ہین خواہ درس و تدریس علم ہی مین کیون نہو، اور دیگر ائمہ نے اس بارے مین تفریق و تفصیل کی ہے، انکے نزدیک اگر کسی ایسی بات کے لیے رفع صوت ہو جسمین کوئی دینی یا دنیوی منفعت ہو تو جائز ہے ورنہ نہین، اور امام بخاری اس باب مین حدیث عمر لائے ہین منع کے لیے، اور حدیث کعب لائے ہین جواز کے لیے، اور اسطرح واضح کیا ہے کہ منع اُس حالت مین ہی جبکہ بیکار اور لغو باتین پکار کر کی جائین لیکن اگر کسی ضرورت کی بنا پر ہو تو جائز ہے۔

یہ جو لوگ کہتے ہین کہ دنیوی مقاصد کے مشورہ و مجالس مسجد مین جائز نہین، تو قطع نظر حقیقت اطلاق الفاظ دین و دنیا، وہ اس جملہ پر غور کرین "ما یتعلق بغرض دینی او نفع دنیوی" اور حدیث کعب پر کہ در اصل رفع صوت لین دین کے معاملہ کے لیے تھا جو یقیناً صحیح معنون مین دنیوی معاملہ ہے۔

باقی رہی حدیث عمر تو گو حافظ موصوف کی عبارت نے اس کا مورد واضح کر دیا لیکن ایک نہایت اہم پہلو باقی رہ گیا ہی۔ حضرۃ عمر نے طائف کے آدمیون سے فرمایا "ترفعان اصواتکما فی مسجد رسول اللہ؟" یہ نہین کہا کہ "فی المسجد" یعنی خاص طور پر مسجد رسول اللہ صلعم کا لفظ فرمایا صرف مسجد نہین کہا۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپکی زجر و تنبیہ اس بنا پر تھی کہ مسجد مین تم نے آواز کیون بلند کی بلکہ اس لیے تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد مین بے ادبانہ چیختے ہوئے تمھین شرم نہ آئی۔ بنیاد اس کی یہ ہے کہ اللہ تعالے نے لوگون کو نہایت سختی کے ساتھ اس سے روکا تھا کہ رسول اللہ کے حضور مین بے ادبانہ آواز بلند نہ کرین لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ، کیونکہ قطع نظر تہذیب کلام کے یہ عادت اس ادب عظیم اور توقیر و تعزز رسول کے خلاف تھی جو بحکم تُوَقِّرُوهُ وَتُعَزِّرُوهُ امتہ بلکہ جمیع نوع انسانی پر فرض ہی اور جس کے بغیر أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ کا معاملہ محکم نہین ہو سکتا، اس آیت کے نزول کے بعد صحابہ کا یہ حال ہو گیا تھا کہ

آپکے سامنے آتے تو مجسم تادب و تعظیم اور سکوت و خشوع کی تصویر ہوتے، آنکھین زمین مین گڑی رہتین اور لب کھلتے تو آواز مشکل سے نکلتی، علی الخصوص حضرت عمر کا تو اس بارے مین کچھ عجب حال تھا، چونکہ اس آیۂ کریمہ کا نزول جس واقعہ پر ہوا تھا اس کا تعلق خود انہی سے تھا، اور خلقتاً انکی آواز بھی بلند تھی اسلیے نزول آیۃ کے بعد انکے خفض و نرمی صوت بحضرۃ رسول اللہ صلعم کا یہ حال ہو گیا کہ "اذا حدث النبی بحدیث حدثه کاخی السرار لم یسمعه حتی یستفهمه"، کما رواہ البخاری فی کتاب التفسیر والاعتصام بالسنة عن ابن ابی ملیکة، جب آپکا وصال ہو گیا تو گو آپکا پیکر جسمی دنیا کی آنکھون سے چھپ گیا لیکن انبیاء کرام کی حیات معنوی موت کے دسترس سے باہر ہے "ویصلون فی قبورهم"، اور "صلوا علیّ فان صلاتکم تبلغنی حیث ما کنتم" (ابو داؤد عن ابی هریرہ)

ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما!

پس وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ کا حکم بدستور باقی رہا، اسی لیے صحابۂ کرام کا آپکی وفات کے بعد بھی یہ حال رہا کہ مسجد نبوی مین قبر مطہر کے حضور کبھی بلند آواز سے بات چیت نہ کرتے اور تمام احکام ادب و حقوق رسول کو پورا پورا ملحوظ رکھتے، حضرۃ عثمان، عبد اللہ بن عمر اور امام زین العابدین رضی اللہ عنہم کی نسبت منقول ہے کہ مسجد نبوی مین لوگون کو پکار کر بات کرتے دیکھتے تو سخت خشمگین ہوتے، اور فرماتے تمھین شرم نہین آتی کہ قبر مطہر کے سامنے شور و غل مچا رہے ہو حالانکہ اللہ کہتا ہی کہ لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ الخ یعنی اس آیۂ کریمہ سے منع رفع صوت بحضور رسول پر بعد وفات رسول بھی استدلال کیا گیا، اسی طرح حضرت امام مالک کا واقعہ معلوم ہی کہ ایک شخص کو پکار پکار کر بات کرتے ہوئے دیکھا تو یہی آیۂ کریمہ پڑھی اور اسپر سخت غضبناک ہوئے۔ حکاہ ابن الجوزی۔ پس حضرۃ عمر کا خشمگین ہونا اور طائف کے دو آدمیون کو زجر فرمانا بھی اسی قبیل سے تھا، اور اسی لیے آپ نے فرمایا "فی مسجد رسول اللہ؟" یعنی رسول کی طرف نسبت دیکر روکا، صرف لفظ مسجد نہین فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس حدیث مین نہی عمر خاص مسجد نبوی سے تعلق رکھتی ہے علت اسکی دوسری اور غیر مشترک ہی، اگرچہ دیگر ادلہ سے یہ ثابت ہے کہ عام مساجد مین بھی بلا کسی ضرورت دینی و دنیوی صالح کے لغو و بیکار شور مچانا یا مسجد کو اپنی دنیا داری کی صحبتون کی جگہ ٹھرالینا قطعاً

ممنوع ہے، بلکہ ایسے لوگون کا اخراج مسجد سے واجب ہے،

اور تائید اسکی اس واقعہ سے ہوتی ہے کہ جب حضرۃ عمرؓ نے ۱۷ھ مین مسجد نبوی کی از سر نو تعمیر و توسیع کی تو مسجد کے ایک گوشہ مین ایک چبوترہ بنایا اور لوگون سے کہا جس کسی کو بیٹھکر آپس مین بات چیت کرنی ہو یا شعر و اشعار وغیرہ کے لیے صحبت مقصود ہو تو اس کے لیے یہ جگہ ہے۔ سمہودی نے خلاصۃ الوفاء مین یہ واقعہ لکھا ہے اس سے معلوم ہوا کہ حضرۃ عمرؓ مسجد مین رفع صوت اور مذاکرہ و مجالستہ کے مخالف نہ تھے۔ اگر ایسا ہوتا تو اس کے لیے خاص طور پر اہتمام کیون کرتے؟ بلکہ وہ اس بات کو پسند نہین کرتے تھے کہ مسجد رسول مین بحضور قبر رسول چلا کر بلا ضرورت بات کیجائے اور اس طرح مقام رسالت کی تعظیم و احترام مطلوب شارع سے بے پروائی و غفلت کی بنیاد پڑے۔ اس لیے ایک گوشے مین چبوترہ بنا دیا کہ لوگون کی نماز مین بھی خلل نہین پڑیگا اور بوجہ بُعد وہ صورت بھی باقی نہ رہے گی جو حضور قبر مبارک مین رفع صوت سے پیدا ہو جاتی ہے اور یہین سے یہ بات بھی صاف ہوگئی کہ حضرۃ امام مالک کا مذہب اس بارے مین کیا ہے؟ تو یہ جو حافظ عسقلانی نے لکھا ہے کہ مطلقاً منع حتی کہ درس و تدریس علم کے لیے بھی، تو دراصل یہ صرف مسجد نبوی کے ساتھ مخصوص ہے، امام مالک کا یہ مذہب نہین ہے کہ عام طور پر تمام مساجد مین درس و تدریس علم کیلیے بھی رفع صوت نہو، بلاشبہ انسے منقول ہے "انا اکرہ ذلک ولا اری فیہ خیرا" یعنی مین مکروہ رکھتا ہون کہ مسجد مین درس و تدریس علم ہو، لیکن یہ متعلق ہے صرف مسجد نبوی سے، اور جس سوال کے جواب مین انہون نے یہ کہا، وہ بھی مسجد نبوی ہی کے متعلق تھا، اور اسی لیے وہ ہمیشہ اپنے مکان پر درس حدیث و فقہ دیتے رہے، اور اسی بنا پر مورخین نے انکے اس طریق کو کمال ادب و تعظیم رسول کے سلسلے مین بیان کیا ہے نہ کہ بعنوان فقہ و احکام، ورنہ ظاہر ہے کہ عام طور پر مساجد مین درس و تدریس علم و رفع الصوت اذا کان للنصح والتذکیر کو وہ کیونکر مکروہ قرار دے سکتے ہین۔ جبکہ اس کثرت سے اجماعی شواہد نصاً و عملاً اس کے خلاف موجود ہین؟ آنحضرۃ صلعم اور خلفاے راشدین نے غنائم تک مسجد مین تقسیم کیے جو مستلزم رفع صوت و قال و قیل ہے، اور درس و تدریس علم کی تو کوئی جگہ بجز مسجد نبوی کے آنحضرۃ صلعم کے زمانہ مین تھی ہی نہین۔ حضرۃ عمر نے اپنی خلافت مین حکم دیا کہ تمام بلاد مفتوحہ مین مسجدین تعمیر کی جائین اور

ساتھ ہی اُن مین تعلیم و تدریس قران و سنتہ کا بھی انتظام ہو۔ پھر ان مدارس کے لیے فقہاء و قرا صحابہ بھیجے گئے۔ شام کے مدارس کے لیے حضرۃ ابو الدرداء، ابی ابن کعب، معاذ بن جبل وغیرہم بھیجے گئے تھے، حافظ ذہبی نے ابو الدرداء کے حال مین لکھا ہے کہ جامع دمشق مین تعلیم دیتے تھے، طریقہ یہ تھا کہ مسجد مین نماز صبح کے بعد لوگ جمع ہوتے، دس دس آدمیون کے حلقہ کی تعلیم کے لیے ایک قاری مقرر ہوتا۔ خود ٹہلتے رہتے، اور ہر حلقہ کی آواز پر کان لگائے رہتے، جب ضرورت ہوتی ٹوکتے، ایک مرتبہ شمار کیا گیا تو سولہ سو طالب العلم مسجد مین حاضر تھے! یہی حافظ ذہبی حضرۃ معاذ بن جبل کے ترجمہ مین ابو مسلم خولانی کی روایت نقل کرتے ہین کہ ایک مرتبہ حمص کی مسجد مین گیا تو دیکھا تیس ۳۰ صحابی جمع ہین، اور مسائل و علوم پر مذاکرہ ہو رہا ہے۔ غرضکہ مساجد کا مدارس درس و تعلیم ہونا ایک ایسی تاریخی و عملی حقیقت ہے کہ حاجت دلیل و بیان نہین۔ پھر حضرت امام مالک کیونکر کہہ سکتے ہین کہ مساجد مین رفع صوت ہر حال مین مکروہ ہے؟ علی الخصوص جبکہ انکے فقہ و ابواب کا زیادہ تر دار و مدار حضرۃ عمر کے فتاوی و فرامین خلافۃ اور حضرۃ عبد اللہ بن عمر کے علوم پر ہے، اصل یہ ہے کہ بہت سی غلطیان خاص مقامات و حالات کے حکم و فتاوی کو عام سمجھ لینے سے بھی متاخرین مین پیدا ہوگئی ہین، حضرت امام ابو حنیفہ رح نے خاص جامع کوفہ کی نسبت فرمایا کہ محراب والے حصے مین نماز مکروہ ہے۔ کیونکہ انکے نزدیک وہ ٹکڑہ مغصوبہ تھا۔ لوگون نے اس سے عام طور پر کراہیۃ صلوٰۃ فی المحراب کا مسئلہ پیدا کر لیا، قازانی[1] نے بدائع مین اسکی تصریح کی ہے اور شامی مین کہا ہے کہ اسیطرح امام مالک کی بہت سی باتین جو خاص مدینہ کی نسبت تھین، عام سمجھ لی گئین۔ یہان صلوٰۃ فی المحراب کے مسئلہ سے بحث نہین، صرف غلط فہمی کی ایک نظیر دکھلانا مقصود ہے۔

[1] صاحب بدائع الصنائع کے لقب کی نسبت لوگون کو بہت تشویش ہوئی ہے، صاحب تراجم حنفیہ نے لکھا ہے کہ اصل مین "کاشانی" ہوگا کاشان کی طرف منسوب۔ حالانکہ بات صاف تھی صاحب بدائع نسلاً تاتری ہین اور قازان تاتار کے رہنے والے تھے، جو آجکل روسی ممالک مین داخل ہے اصل مین یہ کازان تھا۔ عربی مین قازان بولنے لگے، منہ

البتہ اگر آجکل کے علماء و واعظین کی مجالس قصص وحکایات وجدل فی المسجد ومکابرت کی نسبت سوال کیا جاے تو اس مین شک نہین کہ وہ نہ صرف رفع الصوت ممنوع مین داخل ہین بلکہ اس سے بھی بڑھکر یہ کہ زمین کے ہر حصہ اور عمارت کی ہر چھت کے نیچے ناجائز ہین۔ صرف مسجد ہی پر موقوف نہین۔ عین ممبر مسجد پر بیٹھکر باہمدگر سب وشتم "تکفیر وتفسیق"، اور تلعن وتنابز بالالقاب کیا جاتا ہی۔ جھوٹے قصے اور حکائیتین اور مکذوب وموضوع روائیتین سنائی جاتی ہین۔ ٹھیک ٹھیک مطربون اور گوئیون کی طرح گٹکریان لے لیکر گایا جاتا ہی محض مراء وجدل اور تنازع فی الدین کی نیت سے مناظرون اور مباحثون کی مجلسین منعقد کی جاتی ہین، اور درندون کی طرح امامت وممبر نشینی کا ایک مدعی دوسرے کی گردن پر خونخوارانہ ہاتھ بڑھاتا ہی۔ یہ ساری باتین تو مسلمانون کے لیے جائز ہین بلکہ عین مقاصد مسجد مین داخل، لیکن اگر مقاصد صالحہ وحسنہ سے بغیر اوقات صلوۃ مین کوئی مجمع منعقد ہو اور اس مین نفع بلاد ورفاہ ملت وجلب مصالح ودفع مفاسد کے لیے تقریرین کی جائین تو بخاری کی روایت منع رفع الصوت والی فوراً یاد آجاتی ہے!

یکرہ ان یشرب من فضۃ ویسرق الفضۃ ان نالھا!

تمام اہل علم وسلف نے اتفاق کیا کہ جدل وتنازع فی الدین نہ صرف ممنوع ہی بلکہ منجملہ شدید ترین وسائل ضلالۃ امۃ وتحریف شریعۃ وضد ہدی کے ہی اور آنحضرۃ صلعم نے فرمایا "ماضل قوم بعد ھدی کانوا علیہ الا اوتوا الجدل" کوئی قوم ہدایت کے بعد گمراہی مین نہین پڑی مگر جدل سے، پھر یہ آیت پڑھی "ما ضربوہ لک الا جدلا۔ بل ھم قوم خصمون" (رواہ احمد والترمذی وابن ماجہ عن ابن امامہ) تو بدقسمتی سے جدل وتنازع وتعمق فی الدین کا دروازہ اس امت پر بھی کھلا، اور اگر آج علوم ومدونات متقولۂ امۃ کو دیکھا جاے تو کوئی گوشہ بھی اس فتنہ سے خالی نہین لیکن ضلالۃ جدل وتنازع کا عملاً بدترین مقام ونمونہ وہ ہی جو آجکل مناظرۂ ومباحثۂ مذہبی اور احقاق حق وتحقیق مسائل کے نام سے کیا جاتا ہی اور اسکی مجلسین عموماً مسجد ہی مین منعقد ہوا کرتی ہین۔ پھر ان مجلسون مین جو کچھ ہوا کرتا ہی معلوم ہی۔ زبان کی کوئی معصیت اور حلق وصدا سے وقوع مین آنیوالا کوئی فسق ایسا نہین جو ہونے سے

جو ان بھیڑون مین بمصداق "وفی نادیکم المنکر" علانیہ نہ ہوتا ہو، اور مجرد رفع صوت کا تو کیا پوچھنا؟" تو کوئی "خروسان شاطر بجنگ" کے معاملہ کے بغیر تو ہمارے علماء کا کوئی مناظرہ مناظرہ ہی نہین، کوئی اسوقت جاکر ان کی عبادت گاہ کو دیکھے، تو بھنگڑخانون اور خرابات کے ہنگامے اسکے شور وغل کے آگے مات ہین، پھر اس سے بھی بڑھکر یہ کہ جدل لسانی کا خاتمہ عموماً جدل بالید والجراب پر ہوتا ہی، اور بسا اوقات نوبت مقدمون اور فوجداریون تک پہنچتی ہے، یہ ساری باتین آجکل کے مسلمانون کے مذہب مین جائز ہین، بلکہ از قبیل اعمال متبرکہ وشرعیہ علماء اسلام نہ ان کا رفع صوت ممنوع ہی، نہ گالی گلوج اور سر پھٹول۔ لیکن مسجد مین اصلاح ملت وبلاد اور حفظ حقوق ملک وقوم کے لیے جمع ہونا جائز نہین، کیونکہ مسجد مین پکار کر بات بھی نہ کرنی چاہیے۔ حضرۃ عمر نے اس سے روک دیا تھا! انا للہ وانا الیہ راجعون! کیا اس سے بھی بڑھکر "فیبقی ناس جہال یستفتون فیفتون برائھم فیضلون ویضلون" (رواہ البخاری عن ابن عمر) کا مصداق کوئی عہد جہل اور عصر فساد ہو سکتا ہے جسکا مسلمانون کو ابھی انتظار ہی؟ فقد جاء اشراطھا، فانی لھم اذ جاءتھم ذکراھم؟

(۲۱)

بعض اخبارات نے اس سلسلے مین یہ بھی لکھا ہی کہ "لوگون نے مقتولین حادثۂ دہلی کے لیے نماز جنازہ غائب پڑھی جو ہمارے مذہب مین جائز نہین" سو اسکی تحقیق بھی ضروری ہی لیکن یہ تحریر بلا قصد بہت طولانی ہو گئی اسلیے اس بحث کو علیحدہ کر دیا گیا۔ کہ مستقلاً شائع ہو جائیگا۔

(۲۲)

لکھنؤ کے بعض اخبارات مین اس معاملہ پر راے زنی کی گئی ہے، اور لکھا ہی کہ جناب مولانا عبد الباری صاحب فرنگی محلی بھی اس سے متفق ہین۔ یعنی عدم جواز دخول ہنود فی المسجد سے، لیکن اس بارے مین انکا جو خط شائع کیا ہے اس مین جواز وعدم جواز کا کوئی تذکرہ نہین۔ صرف یہ لکھا ہے کہ مسلمانون کو ہر معاملہ مین چاہیے کہ احکام شرع کا اتباع کرین، اور اپنے اجتماعات وغیرہ مین کوئی بات ایسی نہ کرین جو شریعت کے

خلاف ہو، تو یہ حق ہے، اور اس سے کسی کو انکار نہین، تعجب ہو کہ اس اخبار کے ایڈیٹر نے مولانا ممدوح کے اس خط کو عدم جواز کے ثبوت مین کیون پیش کیا؟ میرے لیے یہ باور کرنا بہت مشکل ہو کہ مولانا ممدوح ایک ایسے معاملہ کو ناجائز بتلا دین جسکے جواز پر تمام اہل علم کا اتفاق ہو چکا ہے اور علی الخصوص فقہاء حنفیہ کا مسلک تو اس مین معروف و مسلّم ہے، مجکو یقین ہے کہ انشاء اللہ انکا مسلک بھی یہی ہو گا، اور اختلاف طریق وصول الی الحق مین ہو سکتا ہے مگر حق مین نہین، اور تعدد رجال و افراد مین ہے، حقیقت مین نہین ہو سکتا، معہذا معلوم ہے کہ اصل کار نصوص و بصائر سے ہے، اور وہ جب موجود ہین تو پھر اور کسی بات کی احتیاج نہین۔

(۲۳)

خاتمۂ سخن مین ایک معاملہ کی طرف اشارہ ناگزیر ہے۔ یہ معلوم ہے کہ ہر گروہ کے دائرۂ نظر و فکر کے حدود ہین۔ ان حدود سے تجاوز نہین کرنا چاہیے، ہر گوشۂ علم و عمل مین ساری مصیبتین اسی اعتداء و تجاوز عن الحدود سے پیش آتی ہین۔ اخبار نویسی ایک عمدہ اور ضروری کام ہے۔ لیکن اسکے لیے یہ ضروری نہین کہ ہر اخبار نویس قضاء و افتاء کا کام بھی شروع کر دے، اس کام کو صرف ان لوگون کے لیے چھوڑ دینا چاہیے جنکا یہ کام ہے، اور جو اسکی صلاحیت رکھتے ہین، ایک زمانہ تھا جب شریعت و قرآن سے اغماض و اعراض روشن خیالی، اور سیاست دانی کی دلیل سمجھی جاتی تھی۔ لیکن اللہ نے اپنے بعض بندون کو توفیق دی اور انھون نے تقدیم و اتباع شریعت فی جمیع الاحوال والاعمال کی صدا و دعوۃ بلند کی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ حالت پلٹی۔ اور شریعت و قرآن کے ذکر و استشہاد مین ویسی ہی مقبولیت و محبوبیت پیدا ہو گئی جیسی پہلے اعراض و انکار مین تھی، اور وہی تحریرین عوام و خواص مین مقبول ہونے لگین جو مذہبی رنگ مین لکھی گئی ہون۔ لیکن اب ایک دوسرا فتنہ پیدا ہو گیا ہے۔ پہلے اعراض و غفلت تھی۔ اب ادعاء و تکلم و تحکم بغیر علم ہے پہلے کوئی شریعت کا نام بھی نہین لیتا تھا، اب ہر شخص چاہتا ہے کہ شریعت کے بغیر بات نہ کرے اگرچہ شریعت کے علم و عمل سے بالکل بے بہرہ ہو، پہلے قرآن کا نام لیتے ہوئے بھی لوگون کو شرم آتی تھی

کہ کہین تہذیب و تعلیم کی برادری سے خارج نہ کر دیے جاین اب ہر شخص جو قلم پکڑ سکتا ہے چاہتا ہے کہ ہر تحریر مین قرآن کی ایک دو آیتین کسی نہ کسی طرح ضرور ہی کھپا دے، اگرچہ لفظاً تصحیف، معنیً تحریف اور استشہاداً غیر مربوط ہی کیون نہ ہو، اور یہ فتنہ پہلے فتنہ سے بھی اشد و اضر ہے تلک فتنۃ الدنیا و ھذہ فتنۃ الدین۔ پہلا فتنہ عمل تھا جسکا نتیجہ فسق ہے۔ اور یہ فتنہ علم و احکام ہے جسکا نتیجہ تحریف شریعت، اور وَمِنْهُمْ اُمِّیُّوْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ اِلَّا اَمَانِیَّ کا حاکم و آمر شریعت و ملت بنجانا ہے۔ آج مسلمانون کا کوئی اخبار، کوئی مجلس، کوئی کام ایسا نہین، جو اس فتنہ کا تماشا گاہ نہو، علی الخصوص اخبارات کا تو یہ حال ہو کہ انکا ہر نمبر کوئی نہ کوئی نئی مثال ضرور اپنے ساتھ لاتا ہو کوئی صاحب ایک لمبا چوڑا مضمون شائع کرتے ہین کہ احیاء ملت بذریعہ احیاء شریعت کرنی چاہیے اسکی صورت یہ ہے کہ علماء اسلام فرائض و واجبات شریعت مین چند نئی دفعات کا اضافہ کر دین اور آپس مین پنچیت کرکے فتویٰ دیدین کہ نماز روزہ کی طرح ایجوکیشنل کانفرنس اور ندوہ و المحدیث کانفرنس کی شرکت بھی شرعاً فرض ہے۔ اور زکوۃ کی طرح انجمنون کی فیس ممبری بھی ہر مسلمان کو دینی چاہیے، کوئی صاحب دنیا بھر کی بدعتون اور بدعی محافل کا سر و سامان کر رہے ہین اور کہتے ہین کہ کہ سیاسی مقاصد و مصالح سے ایسا کرنا بہت ضروری ہے۔ یہ وقت بدعۃ و سنۃ کے جھگڑے کا نہین ہے انکی تحقیق مین مسلمانون کی پولیٹیکل ترقی بغیر بدعات و فسوق کے اہتمام کے ہو ہی نہین سکتی۔ ایک صاحب تمام اخبارون مین اعلانات شائع کرتے ہین کہ اسلام کی قرار دی ہوئی دو عیدین، اور مسلمانون کی گڑھی ہوئی صدہا اعیاد و مواسم بھی قوم کی ترقی کے لیے کافی نہین۔ اسلیے ایک نئی عید کا اہتمام شروع کر دینا چاہیے۔ دوسرے صاحب فتویٰ دیتے ہین کہ مساجد مین "مخلوط" مجالس جائز نہین، اور ہندؤن کو مسجد کے مجمعون مین بلانا تو اشد و اکبر معصیت ہو وغیرہ ذالک من اعجاب کل ذی رای برایہ والاعتصام بالبدعۃ والاحداث فی الدین۔ تو اس دینی انارکی اور مذہبی طوائف الملوکی سے تو شاید وہی پہلی حالت غنیمت تھی، شاید تبدیل حال و قیام امر کے لیے یہ درمیان کی بدنظمی اور

بحالی ضروری ہو اور ممکن ہے کہ اس شورش کے بعد اصلی سکون و امن نمودار ہو۔ بہرحال ان حالات کی طرف سے تو بجز افزایش درد و اندوہ کے اور کوئی صدا نہین اٹھتی، اِلّا یہ کہ ہر حال مین اعتماد اللہ کے فضل و کرم اور بالآخر وعدہٗ نصرۃ و یاوری شریعۃ و حفظ و صیانۃ ملۃ مرحومہ پر ہے۔ واللہ ناصر دینہ، و رافع اعلام سنۃ رسولہ، وحسبنا اللہ ونعم الوکیل، ھذا آخر ما تیسر لی من تسوید ھذہ العجالۃ مع توزع الخاطر و تشتت البال من تراکم الھموم وکثرۃ البلبال، وکان الفراغ من تسویدھا ضحیٰ نہار السبت لست بقیت من رجب المرجب سنہ ۱۳۳۷ھ حین کنت منفیاً من البلد ومحبوساً فی رانچی وانا الفقیر الی اللہ احمد کان اللہ لہٗ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

تصحیح: معارف بابت ماہ مئی سنہ ۱۹ء کے صفحہ ۳۸۲ سطر ۹ مین "ولو کان مسجد الحرام" کے بعد یہ عبارت بڑھا لین: "یعنی ذمی کا مسجد مین داخلہ ممنوع نہین۔ اگرچہ جنبی ہو۔ اور حنفیہ کے نزدیک مسلمان کی اجازت بھی ضروری نہین اگرچہ مسجد حرام ہو۔ ہدایہ مین ہے "ولا باس بان یدخل اھل الذمۃ المسجد الحرام"

امم قدیم کے علوم و فنون

از جناب مولوی محمد سعید صاحب انصاری رفیق دار المصنفین

بیسوین صدی کا متمدن انسان جب زمانہ قدیم کی تاریخ پر نظر ڈالتا ہے، تو اسکو اپنے اسلاف کی تمدنی سطح حد درجہ پست نظر آتی ہے، آج تہذیب و تمدن نے جو ترقی حاصل کی ہے، اسکو دیکھکر کون کہہ سکتا ہے کہ دنیاے قدیم بھی کسی زمانہ مین ہمارے تمدن کا آشیانہ تھی، لیکن واقعہ یہ ہے کہ تہذیب و تمدن، صنعت و حرفت، علوم و فنون، غرض عالم کی ہر چیز نے تدریجاً ترقی کی ہے، اس بنا پر آج ہم جن بزرگون کے خیالات کو توہمات اور خرافات کے لقب سے یاد کرتے ہین وہ دراصل اس سلسلہ کی ابتدائی کڑیان ہین، جنکے بغیر تمدن کی تاریخ مکمل نہین ہو سکتی،

تاریخ کے ابتدائی زمانہ مین انسان کے جو مذہبی اور تمدنی خیالات تھے، ان پر زمانہ مابعد مین بہت کچھ اضافہ ہوا ہے، اور ہوتا جاتا ہے، ہر قوم اپنے اسلاف کے خیالات میراث مین لیکر آتی ہے اور اپنے علوم و اکتشافات سے ان پر اضافہ کرتی ہے، اسلئے آج ہمارے پاس علوم و فنون کا جو وسیع سرمایہ ہے وہ اُنہین بزرگون کے اعمال و افکار کا عکس ہے،

تہذیب و تمدن کی ابتدا، مصر سے ہوئی ہے، وہان مذہب اور دیگر اشیائے کائنات کے متعلق جو خیالات قائم تھے، انکو پڑھکر بے ساختہ ہنسی آتی ہے، لیکن جب یہی خیالات کلدان پہنچے تو ان مین زیادہ پختگی پیدا ہوئی، یہانتک کہ یونان جاکر مستقل علوم بن گئے، اور ان پر کتابین لکھی گئین، اور آج کہ عالم مادی کا آفتاب نصف النہار پر چمک رہا ہے، علوم و فنون مین وہ تنوع پیدا ہو گیا ہے کہ انکو دیکھکر عقل دنگ رہجاتی ہے،

دریاے تمدن کے اس جزر و مد، اور علوم و فنون کے ان انقلابات کی ایک نہایت دلچسپ تاریخ ہے، جو نہایت ضخیم جلدون مین مدون کیجا سکتی ہے، تاہم چونکہ ہمارا مقصد اختصار ہے اسلیے ہم صرف ان قومون کو لینا چاہتے ہین جو علوم و فنون مین یگانۂ روزگار تسلیم کیگئی ہین، اور چونکہ مصر مین دہ ہزار برس قبل مسیح سے تہذیب و تمدن کا پتہ چلتا ہے، اور مورخین نے اولیت کا تاج اُسی کے سر پر رکھا ہے، اسلیے ہم بھی اسی کو مقدم کرتے ہین،

مصر مصر کے متعلق ہماری کتابون مین عجیب و غریب خوش اعتقادیان پائی جاتی ہین، چنانچہ ہمارے مورخین ایک مصری حکیم ہرمس کا نام نہایت شاندار الفاظ مین تذکرہ کرتے ہین، کوئی اسکو اخنوخ بتلاتا ہے، جسکا تورات مین ذکر آیا ہے، کوئی حضرت ادریس کہتا ہے، اور کوئی تین ہرامسہ کے وجود کا قائل ہے، اور تیسرے ہرمس کی طرف بہت سی جعلی کتابین (جو نجوم، کیمیا، اور سحر وغیرہ پر ہین) منسوب کرتا ہے، چنانچہ کتاب الفہرست، ابن القفطی، اور ابن ابی اصیبعہ وغیرہ اس تذکرہ سے بھری پڑی ہین، لیکن واقعہ یہ ہے کہ ہرمس کا کبھی وجود نہ تھا، ہرمس (Hermes) یونانی لفظ ہے اور ایک یونانی معبود کا نام ہے، جسکو سکندر کے زمانہ سے مصریون نے نخوت (Thoth) قرار دیا ہے، جو مصر مین خدا مانا جاتا تھا، اور اسکی طرف قدماے مصر تمام علوم کا اختراع منسوب کرتے تھے، چنانچہ اسکو (M. Steinschneider) اور (E. Blochet) وغیرہ نے نہایت تفصیل سے اپنی کتابون اور رسالون مین بیان کیا ہے۔

الٰہیات چونکہ مصر نہایت قدیم ملک ہے اور وہ یونان کو اپنا "بچہ" کہتا ہے، اسلیے اسکے قدیم مذہبی خیالات بہت کم معلوم ہین، تاہم جو کچھ کتبات اور مورخین یونان کی تحریرون سے مستنبط ہوتا ہے اس سے بہت کچھ زمانہ قدیم کے حالات پر روشنی پڑتی ہے۔

ہیرو دوٹس کا بیان ہے کہ دنیا مین مصریون سے زیادہ کوئی پابند مذہب اور متقی نہین، اُنکی تصویرون کو دیکھو تو معلوم ہوگا کہ خدا کے سامنے نماز ادا کر رہے ہین، کتابون کو پڑھو تو نظر آئیگا کہ عبادت و منسک کے ذکر سے لبریز ہین،

مصری بہت سے دیوتاؤن کے قائل تھے، جنمین رب الشمس سب سے بڑا تھا، اور وہ اسکو خالق، محسن، علیم، اور ازلی سمجھتے تھے، اسکی ایک بیوی اور ایک بیٹا مانتے تھے، اور انکو بھی اسی کی طرح خدا سمجھتے تھے، ان تینون کے نام مختلف فرقون مین علحدہ علحدہ ہین، رب الشمس کا نام ازیریس تھو کا ایزیس (یہ بیوی تھی) اور آفتاب کا ہوروس ہے، (یہ بیٹا ہے) ان تینون کے علاوہ مصریون کا ایک اور دیوتا بھی تھا، اور وہ رب اللیل ہے، جسکو یہ لوگ سیت کہتے تھے، ان دیوتاؤن کی تصویرین آدمی اور جانورون کی طرح بناتے تھے، لیکن اُنکے سر جانورون کے رکھتے تھے، یہ لوگ بعض جانورون کو بھی مقدس مانتے تھے،

مردون کی روح کو پوجتے تھے، انکا خیال تھا کہ مرتے وقت آدمی اپنی روح کو چھوڑ جاتا ہے، اسی لئے وہ قبرون کو نہایت وسیع بناتے تھے، اور ان مین کرسیان، سامان آرائش، کھانا، پانی اور تمام ضروریات زندگی مہیا کرتے تھے، اور مردہ کی ایک تصویر پتھر یا لکڑی کی بنا کر رکھدیتے تھے، انہین وجوہ سے ان لوگون کی قبرین مدت تک "بیت القرین" کے نام سے مشہور ہین،

مصر کے گیارھوین شاہی خاندان کے زمانہ مین حشر ارواح کا عقیدہ قائم ہوا، یعنی یہ کہ مردہ کی روح شام کو آفتاب کے پاس جاتی ہے، وہان اسکا حساب کیا جاتا ہے، قلب شہادت دیتا ہے اور میزان حق مین اعمال تولے جاتے ہین، شریر روح کو عذاب دیا جاتا ہے، اور وہ صدیون اسی حالت مین رہ کر فنا ہو جاتی ہے، پاک روح مدتون اُڑتی پھرتی ہے، اور بعد مین ارباب (دیوتا) مین شامل ہو کر جذب ہو جاتی ہے،

چونکہ روح بسا اوقات آرام حاصل کرنے کے لئے اپنے پرانے جسم مین آجاتی ہے اسلئے جسم کے صحیح وسالم رہنے کی ضرورت ہے، اس بنا پر اونھون نے تحنیط کا طریقہ ایجاد کیا اور مومیار بنائی جو تابوت مین رکھدیجاتی تھی،

مردہ کے ساتھ مومیار کے پاس ایک چھوٹی سی کتاب بھی رکھدیجاتی تھی، جسکو کتاب الموتی[1] کہتے تھے، اسمین مردہ کی زبان سے اپنے مذہب اور کیرکٹر کی نسبت چند خیالات درج ہوتے تھی جو حسب ذیل ہین، "مین نے خیانت نہین کی، نہ بیوہ کو ستایا، نہ گناہ کا مرتکب ہوا، نہ باطل کو پسند کیا، نہ غلام کی آقا سے شکایت کی، نہ عبادتگاہون پر رزق بند کیا، نہ مردون کی پٹیان اور کہانا چرایا، نہ غلہ کم تولا، نہ پاک جانورون کو شکار کیا، اور نہ پاک مچھلیون کو پکڑا، بھوکون کو کہلایا پیاسون کو پلایا، ننگون کو پہنایا، خداؤن کے لئے قربانی کی، مردون کے لئے وضائم بنائے[2]" (وضم اس لکڑی کو کہتے ہین جسپر قصاب گوشت رکھکر کاٹتا ہے،

فلکیات آسمان کو یہ لوگ ایک مادی اور ٹھوس چیز سمجھتے تھے، انکے نزدیک آسمان مین کنڈیان لگی ہوئی ہین، جب وہ کھل جائیگی تو آسمان زمین پر گر پڑیگا،

برجون اور سیارون کے نام سے واقف تھے، اور سیارون مین حرکت کے قائل تھے، چنانچہ آفتاب کو ایلیس، چاند کو سیلین، زحل کو ستورنس، مشتری کو زاریس، اور مریخ کو آرس کہتے تھے،

ابو عبداللہ محمد بن سلامۃ قضاعی نے مصر کا ایک قدیم کتبہ کتاب الخطط مین نقل کیا ہے، اسمین حسب ذیل برجون اور سیارون کے نام آئے ہین، سرطان، حمل، حوت، میزان، اسد، شمس، قمر، زحل، مشتری، مریخ، زہرہ، عطارد، قلب الاسد، جوزہر[2]،

سیارون کے مقامات اور انکی مختلف حرکتون پر کچھ احکام مرتب کرتے تھے جو نہایت

[1] تاریخ الحضارۃ جلد ۱ تالیف موسیو شارل سینوبوس فرانسیسی، [2] معجم البلدان صفحہ ۵۵۴ و ۵۶۴ جلد ۸،

معمولی اور ابتدائی درجے کے تھے، علامۂ شہرستانی نے انکی نسبت لکھا ہے[1]۔

واما الاحکام المنسوبة الی ھذہ الاتصالات فغیر مبرھن علیھا عند الجمیع،

ان اتصالات پر انھون نے جو احکام لگائے ہین وہ سبکے نزدیک بے دلیل ہین

عمرانیات قدماے مصر کی قبرون مین جو ہیکل، تصاویر اور سامان آرائش دیکھا گیا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہان تمدن تہا، چنانچہ یہ لوگ حضرت مسیح سے ساڑھے تین ہزار برس قبل کاشتکاری پارچہ بافی، تطریق معاون، (سونے چاندی کو پیٹ کر درست کرنا) نقش، تصویر اور تحریر جانتے تھے انکا ایک مذہب اور ایک منتظم سلطنت تھی،

مصری دنیا کے سب سے پہلے صناع ہین، چنانچہ تین ہزار برس قبل مسیح سے ان مین پتھر کی تصویرون کا رواج ہے، جنکو وہ لوگ قبرون مین رکھتے تھے، ان مین بعض حد درجہ محیر العقول ہین اور حقیقت یہ ہے کہ انکی اس صنعت نے خود شاہد فطرت کو بے نقاب کیا ہے، کیونکہ اسمین محاکات کی اعلی سے اعلی نظرین ملتی ہین، ان مین بعض ایسی تصویرین بھی ہین جو گو متحرک نہین ہین لیکن انکے بشرہ سے جلال کے آثار نمایان ہین،

مصریون نے رنگ مین ایسا کمال دکھلایا کہ ضرب المثل ہوگئے ہین، چنانچہ پانچ ہزار برس گذرنے کے بعد بھی انکی تصویرون مین وہی رنگ وروغن باقی ہے، وہ سونے، چاندی، فلزات اسلحہ، زیورات، شیشہ، خزف، اور جنبار، کا استعمال جانتے تھے، اور اون اور کتان کے سادے اور کامدار کپڑے تیار کرتے تھے،

وہ عمارتین بنانے مین خاص شہرت رکھتے تھے، اور حقیقت یہ ہے کہ امم قدیمہ مین سے کوئی قوم بھی اس معاملہ مین انکی حریف نہین ہے، فلک نیلگون کا پرزدہ رہا نہ بہت سی عظیم الشان

[1] شہرستانی صفحہ ۲۴۲ جلد ۲،

قومون کی یادگارون کو نیست و نابود کر چکا ہے، لیکن قدمائے مصر کی عمارتون کی ایک اینٹ بھی نہ ہلا سکا، ابوالہول، اہرام، مسلات، تماثیل، سنخیات انکی وہ قوی ہیکل یادگارین ہین، جنکی تخریب کے تخیل سے دستِ زمانہ بھی کانپ اٹھتا ہے،

مصری اپنے رہنے کے مکانات زیادہ مضبوط نہین بناتے تھے، بلکہ عبادتخانون اور مقبرون مین استحکام کا خیال کرتے تھے، چونکہ دیوتا ہمیشہ پاک اور دائمی جگہ ڈھونڈھتے ہین، اسلئے یہ لوگ عبادتخانہ مین ہیکل (یہ خدا کا مکان ہوتا تھا) محل، باغ، کاہنون اور اُنکے مریدون کے مکانات اور سامان رکھنے کے لئے علیحدہ علیحدہ کمرے تیار کرتے تھے،

قبرون مین اسکا اور زیادہ اہتمام ہوتا تھا، اور وہ نہایت کشادہ اور مستحکم بنائی جاتی تھین، چنانچہ اہرام جو دنیا کے عجائبات مین شمار ہوتے ہین، مصری بادشاہون کی قبرین ہین، اور ہرم اکبر کیوبس کا اور ہرم ثانی کیفریم کا بنوایا ہوا ہے، انکے علاوہ مصر زیرین مین اور بھی بہت سے چھوٹے بڑے اہرام موجود ہین جو شاہان مصر کی قبرین ہین،

اس مقام پر یہ بات لحاظ کے قابل ہے کہ اہرام کا بانی کون شخص تھا، وہ کس زمانہ مین بنے، اور کس مقصد سے تعمیر ہوئے، قدما مین ایک بڑی جماعت کا خیال ہے کہ اہرام حضرت ادریس[1] کے بنائے ہوئے ہین، اور طوفان نوح سے بہت پہلے بنے ہین، اور اس سے انکا مقصد یہ تھا کہ طوفان مین علوم و فنون بربادی سے بچ جائین، لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ خیال بالکل لغو ہے اور جیسا کہ علامہ حموی نے لکھا ہے اسکی حقیقت خواب سے زیادہ نہین ہے،[2] اہرام طوفان کے بہت بعد بنے ہین، انکے بنانے والے مصر کے چوتھے خاندان کے بادشاہ تھے، اور وہ مقبرہ کی غرض سے بنائے گئے تھے،[3]

بانیان اہرام کے بعد مصر مین قبرون کا ایک دوسرا طریقہ رائج ہوا، اور وہ زمین کے اندر بنے لگین،

[1] حاشیہ ابن الطون صالحانی بر مختصر الدول صفحہ ١١، [2] معجم البلدان صفحہ ٥٠٤ جلد ٨، [3] تاریخ الحضارۃ صفحہ ١١،

انھون نے پہاڑون کو کاٹ کر قبرین بنائین، چنانچہ یہ قبرستان جو "مُردون کا شہر" کہلاتا تھا آبادی سے بالکل قریب تھا، اور شہر سے زیادہ وسیع اور بارونق تھا،

قدمائے مصر حملہ آوری کے عادی نہ تھے، وہ نہ تجارت کرتے تھے، نہ سمندر کا سفر کرتے تھے، اور نہ ان مین ملاح ہوتے تھے، البتہ مصر کی چھبیسوین سلطنت نے قوت بحری کی طرف توجہ کی تھی،

علوم و فنون طب، سحر، اخلاق، قصاید، رسائل، سفرنامے، تاریخ، ریاضی، طبیعی، کیمیا، طلسمات، نیرنجات، اور حرارۃ محرقہ اہل مصر کے خاص علوم ہین، اور ان مین انکے یہان بڑے بڑے صاحب کمال پیدا ہوئے ہین، چنانچہ اذنیوس نے علم سیمیا ایجاد کیا، مایندروس (میندروس) المتوفی ٢٩٠ ق م نے شعر کی ایک قسم ایجاد کی جسکو قومیدیا (کومیڈی) کہتے ہین، اس مین انسان اور حیوانات کے مشترک قبائح بیان کیے جاتے ہین، ایک اور شاعر نے دوسری صنف ایجاد کی جو طراغودیا (ٹریجڈی) کہلاتی ہے، اسمین انسان اور فرشتون کے مشترک فضائل اور مراتب ہوتے ہین،[1] بلونیوس نجار نے ریاضی مین ایسی معرکہ کی دو کتابین لکھین جو اقلیدس کا سنگ بنیاد قرار پائین،[2] چنانچہ اقلیدس نے جامیٹری مین جو کچھ لکھا ہے، وہ انہین کتابون کی تشریح ہے،[3] میطن، اور اقطیمن دو ریاضی دانون کی تحقیقات جو انھون نے علم الفلک کے متعلق رصدخانہ اسکندریہ مین کی تھی، ٦٠٠ برس تک مسلّم مانی گئی،[4]

علم الحیوانات مین یہان کے علماء کا ایک مستقل نظریہ ہے جسکو وصیفی نے اخبار مصر مین لکھا ہے، اور وہ یہ ہے،[5]

"انسان سے پہلے اس عالم کون و فساد مین حیوانات کی بہت سی قسمین رہتی تھین، جنکی عجیب

[1] ابن عبری صفحہ ٤٣، [2] اخبار الحکماء صفحہ ٤٥، [3] طبقات الامم صفحہ ٤٤ [4] اخبار الحکماء صفحہ ٥٠، [5] طبقات الامم صفحہ ٥٩،

وغریب صورتین ہوتی ہتین، جب انسان پیدا ہوا تو اس نے بہت سی انواع کو مار کر فنا کر دیا اور بعض کو جنگلون مین بہگا دیا "

یہ خیال اگرچہ آج آفتاب سے بھی زیادہ روشن ہے، اور علمائے طبقات الارض بہت سے جانورون کے عجیب وغریب ڈہانچے اور انکی پتھرون پر بنی ہوئی صورتین زمین سے برآمد کر رہے ہین تاہم گذشتہ زمانہ مین اسقدر حیرت انگیز تہا کہ ابن صاعد کو اُسپر کسی طرح یقین نہین آتا چنانچہ فرماتے ہین؛

فان کان ذلک حقا فما ابعد هو فی هذا الرای من نظام الحکمة وقانون الفلسفة (طبقات الامم ص ٥٩)

اگر یہ سچ ہے تو تعجب ہے کہ یہ لوگ نظام حکمت اور قانون فلسفہ سے کسقدر دور جا پڑے ہین،

فن تحریر مین اہل مصر کا کارنامہ وہ مشہور ومعروف خط ہے جو ہیروغلیفی کہلاتا ہے، اور اہرام اور دوسری قدیم عمارتون پر کندہ ہے، اسکی ساخت پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ دنیا کا سب سے پرانا خط ہے، کیونکہ اسمین حروف کی بجائے خود اشیا کی صورتین بنی ہوئی ہین، اس خط کے بعد مصریون نے دو خط اور بھی ایجاد کئے تھے جو پہلے خط سے کسیقدر مختلف تھے[1]،

علوم وفنون کی ترقی کا مصریون نے خاص اہتمام کیا تہا چنانچہ اسکندریہ مین فلسفہ اور طب کی تعلیم کے لئے انھون نے ایک اکاڈیمی قائم کی تھی، وزیر جمال الدین قفطی اسکی نسبت لکھتے ہین[2]،

والاسکندرانیون هو الذین رتبوا بالاسکندریة دار العلم ومجالس الدرس الطبی ......

اسکندری حکما وہ ہین جنھون نے دار العلم اور مجالس طبی قائم کی تہین،

---

[1] تاریخ الادب صفحہ ۹۵، [2] اخبار الحکما صفحہ ۵۲،

باب التقریظ والانتقاد

تاریخ صحف سماوی

پروفیسر سید نواب علی ایم اے ہمارے ان ارباب قلم مین ہین جو ہر سال قوم وملک کے سامنے اپنی محنت کا نیا تحفہ پیش کرتے ہین، ہمارے دوست نے امسال جو تحفہ پیش کیا ہے اس کا نام تاریخ صحف سماوی ہے،

سر ولیم میور کی تصنیف لائف آف محمد کا شان نزول یہ بیان کیا جاتا ہے کہ پادری فنڈر نے انکو اس بات پر آمادہ کیا تہا کہ جدید تعلیم یافتہ مسلمانون کو اسلام سے برگشتہ کرنیکی بہترین تدبیر یہی کہ انکے پیغمبر کی زندگی کا سیدہا سادہا نقشہ اُنکے سامنے پیش کر دیا جائے، وہ خود دیکھکر فیصلہ کرینگے کہ حق کیا ہے؟ سر ولیم میور نے اس حکم کی تعمیل کی اور آخر انکو معلوم ہو گیا کہ حق کیا ہے -

بعینہ اسی طرح ہمارے مصنف نے قرآن مجید اور دیگر صحف آسمانی مین تورات اور انجیل کے درمیان موازنہ اور صحف آسمانی کی صحت کے اصول کی تشریح اور انکے جمع وترتیب واشاعت کے سیدہے سادہے واقعات کا یکجا کر دینا ہی اس بات کے فیصلہ کے لئے کافی سمجھا ہے کہ حق کیا ہے؟

تاریخ صحف سماوی مین پروفیسر ممدوح نے اختصار کے ساتھ اول، دوم اور سوم تین ابواب کے تحت مین تورات، انجیل اور قرآن مجید کے جمع وترتیب وحفاظت کا تاریخی موازنہ کیا ہے، اور اسی کے ضمن مین لفظی ومعنوی تحریف کی بحث اور بعض علمائے یورپ نے قرآن مجید پر جو ادبی وتاریخی اعتراضات کئے ہین انکا جواب دیا ہے، ان معترضین کا امام نولڈیکی ہے جس نے قرآن مجید پر ایک نہایت جاہلانہ مضمون لکھا ہے، اور تعجب ہے کہ ہمارے مستشرقین جنکی عربی دانی کا

ہم نہایت شہرہ سنتے ہین اس مضمون کے فقرون کو وحی آسمانی کی طرح اپنی تحریرون مین منقول کرتے ہین
قرآن مجید کی تاریخ جمع و ترتیب سے پہلے عربی زبان کے قدیم طریقۂ تحریر پر بھی بحث کی ہے، اور آثار قدیمہ کی مدد سے حروف تہجی کی جو قدیم شکلین معلوم ہوئی ہین انکا بھی نقشہ دیدیا ہے، اس بات کے ثبوت مین کہ کلام مجید ابتدا سے محفوظ ہے، بڑودہ کے ایک کلام پاک کے ایک صفحہ کا عکس بھی شامل کیا ہے، جسکی نسبت یہ مشہور ہے کہ وہ حضرت امام علی رضا کے دست خاص کا لکھا ہوا ہے، امام موصوف کی ولادت ۱۴۸ھ مین اور وفات ۲۰۳ھ مین ہوئی ہے، اس بنا پر اگر یہ نسبت صحیح ہے تو اس سے زیادہ گران قیمت نعمت ہم مسلمانون کے لئے اور کیا ہو سکتی ہے، غالباً ۱۹۱۲ء مین جب مین بڑودہ گیا تھا تو اس قرآن مجید کی زیارت سے مشرف ہوا تھا، آخر مین امام موصوف کا نام لکھا ہے، لیکن طرز تحریر اور کاغذ کے ماہرین یہ فیصلہ کر سکتے ہین کہ یہ کسی کاتب کا جعل ہے یا واقعی یہ اسیقدر پرانا ہے، خط یقیناً کوفی ہے۔

تورات اور انجیل کی جمع و تدوین کی جو تاریخ مصنف نے لکھی ہے وہ تمامتر انہین مذاہب کے علماء کی تحریرون سے ماخوذ ہے، طرز عبارت مناظرانہ نہین بلکہ مورخانہ ہے، اور اگر کہین کہین اسکے خلاف کوئی سطر نظر آتی ہے تو وہ فطرت انسانی کا عکس ہے، جسکو وہ بدلنے پر قادر نہین،

ابتدا مین صحف یہود کی فہرست دی ہے پھر بتایا ہے کہ ان مین سے کسقدر حصہ باقی ہے اور کسقدر تلف ہوگیا، تورات کی تحریفون کی تین مثالین، قصۂ داود و زن اوریا، قصۂ سلیمان و بت پرستی، قصۂ ہارون و گوسالہ پرستی کی پیش کی ہے، نہین معلوم ہمارے دوست نے لوط اور انکی بیٹیون اور حضرت سلیمان کے بیٹے اور اسکی بہن کا قصہ کیون چھوڑ دیا، شاید قلم کی سنجیدگی نے اس حد تک نیچے اترنے کی اجازت نہ دی ہو، اسی سے معلوم ہو سکتا ہے کہ جن واقعات کو لکھتے ہوے ایک انسان کا قلم کانپ اٹھتا ہے وہ خامۂ الٰہی کے نقوش وحی کیونکر ہو سکتے ہین؟

باب دوم مین عہد جدید، حواریون کی تعلیم، پال کا اختلاف، نیقیہ کی کونسل، اناجیل کی فہرست قدیم فرق مسیحی، انجیل کے قدیم نسخے، اختلافات اناجیل، اناجیل اربعہ اور ولادت مسیح کے بیان کا اختلاف، ان مباحث پر محققانہ باتین لکھی ہین، تیسرے باب مین قرآن مجید کی تاریخ نزول و جمع و تدوین ہے، اور سب سے آخری فصل مین نولڈیکی کے چند اعتراضات کا جواب دیا ہے،

معارف مین بھی ان چند اعتراضات کا جواب چھپ چکا ہے، ابھی چند تاریخی اعتراضات اور باقی رہ گئے ہین، جنکی طرف بھی ہمارے دوست کو متوجہ ہونا چاہیئے تھا، منجملہ اسکے وہ آیت ہے جسمین بنی اسرائیل کو فرعون کی مملکت کا جانشین بنانے کا ذکر ہے، لفظ "ہامان" کی تحقیق مین یا ھامان ابن لی صرحاً کے معنی بھی اپنی جدید تحقیق کے مطابق بتانے تھے، ہمارے دوست کی تحقیق ہے کہ "ہامان" "آمان" کی تعریب ہے جو مصر کے بڑے دیوتا کا نام تھا، اخت ہارون کے بیان مین محاورۂ عرب سے بھی استدلال ضرور تھا،

اس کتاب کا سب سے مہتم بالشان باب وہ ہے جسمین مصنف نے قرآن مجید اور تورات کے متحد قصہ کا باہم لفظی موازنہ کیا ہے، اور اسکے لئے انھون نے احسن القصص یعنی حضرت یوسف کے قصہ کا انتخاب کیا ہے، دو کالم کرکے ایک کالم مین قرآن مجید کی عربی عبارت اور دوسرے کالم مین تورات کی عبرانی عبارت بالمقابل نقل کی ہے، اور جابجا وجوہ ترجیح کا اظہار کیا ہے،

ہمارے نزدیک تو قرآن مجید اور تورات کے موازنہ کا بہترین طریقہ یہی ہے، کوئی شخص کچھ ادا نہ کرے صرف اسقدر کرے کہ تورات و قرآن کے تمام متحد قصون کو لیکر بالمقابل ایک کالم مین تورات کا ترجمہ لکھدے، اور دوسرے کالم مین قرآن مجید کا ترجمہ دیدے، عربی و عبرانی عبارت کا لکھنا گو توثیق کیلئے مناسب ہے لیکن اردو ترجمہ دینا فائدہ مندی کے لئے ضروری ہے،

ہم مصنف کو اس کامیاب تصنیف پر مبارکباد دیتے ہین، جدید تعلیم یافتہ کہتے تھے کہ مغرب کے

جدید علمی سرمایہ مین بیدینی اور لامذہبی کے سوا کسی اور چیز کا مسالہ نہین، لیکن پروفیسر رشید نواب جنگ بہادر یہ کیا کر رہے ہین کہ انہین سمی معدنیات سے تریاق اور اکسیر کے اجزا نکال نکال کر پیش کر رہے ہین بارک اللہ فی علمہ،

ضخامت ۲۲۵ صفحات، تقطیع متوسط کتابی، قیمت ۸؍ پتہ مصنف سے جامع مسجد بروده کے پتہ سے ملیگی،

اُردو مین فلسفہ جدیدہ کا ایک مکمل اسکول

سلسلۂ برکلے

اپنی زبان کو دوسری زبانون سے مستغنی کرنیکی یہی صورت ہو سکتی ہے کہ ان زبانون کے بہترین سرمایہ کو نہایت احتیاط اور ایمانداری کے ساتھ اپنی زبان مین منتقل کیا جاے، یورپ مین فلسفہ کے متعدد اسکول ہین، اور ہر اسکول مین چند نہایت اہم اور معرکۃ الآرا سلسلہ تصنیفات ہین، دار المصنفین کا نظام الخیال (پروگرام) یہ ہے کہ مستند اسکولون کی اہم تصنیفات کو اردو مین بہ ترتیب منتقل کیا جائے، چنانچہ یہ سلسلۂ برکلے اسی تخیل کا ثمرہ ہے، برکلے کا سب سے پہلے اسلئے انتخاب کیا گیا کہ یہ نسبتہً سہل ہے اور مذہب سے متصادم نہین ہوتا، ہمارے علماے کرام اور طلباے مدارس عربیہ جنکو حمایت مذہب کیلئے فلسفہ جدیدہ کی واقفیت ضروری ہے، انکو اسکا مطالعہ ناگزیر ہے،

اس سلسلہ کو اردو زبان مین ان مشاہیر اہل قلم نے منتقل کیا ہے جو دور حاضر مین ہماری قوم کے بہترین عالم فلسفہ ہین، یعنی مولوی عبد الماجد صاحب بی، اے اور پروفیسر مولوی عبد الباری ندوی، اسی سلسلہ مین تین کتابین داخل ہین، **برکلے** اور اسکا فلسفہ، اسمین برکلے کی دلچسپ سوانح حیات، تصنیفات، اور ہر تصنیف پر تقریظ اور اُسکے خاص فلسفہ تصوریت کی تشریح ہے، **مبادی علم انسانی** اسکی اہم ترین تصنیف پرنسپلز کا سلیس مطلب خیز ترجمہ، اور **مکالمات**، جسمین بصورت مکالمہ آسان پیرایہ مین اپنے فلسفہ کی اُس نے تشریح کی ہے

ہر حصہ عمدہ کاغذ پر اچھی لکھائی چھپائی کے ساتھ چھپا ہے؛ ہر ایک کی قیمت عہ ہے، مجموعہ کی قیمت للعہ،

ادبیات

فریادِ اکبر

یاد آ رہی ہے مجھکو دسی کی گفتگو اب
ہون محو استعینوا باللہ و اصبروا

طاعت باری سے دل کو شاد رکھ
ان وعد اللہ حق یاد رکھ

تیری دینی تربیت مین جو کہ سدِ راہ ہین
غالباً مصداق صدوا عن سبیل اللہ ہین

ہنگامۂ شکر و شکوہ دنیا مین ہے گرم
لیکن مرے دل سے یہ صدا آتی ہے

کہتا نہین رازِ دہر "شکوہ" ہے تو یہ
اور "شکر" ہے یہ کہ موت آجاتی ہے

رباعیاتِ وحید

ہمارے پرانے دوست مولوی عبد الوحید صاحب ایم۔ اے ال ٹی جن سے معارف کے ابتدائی نمبر روشناس ہین پورے ڈیڑھ برس کے بعد یاد فرماتے ہین،

کچھ بلبل و گل سے گفتگو کی ہم نے
کچھ دیر و حرم مین جستجو کی ہم نے
جب اسکا پتہ کہین نپایا آخر
تکمیل تصوّر رد و بدل کی ہم نے

اسرافِ زبان کو گفتگو کہتے ہین
آشفتہ سری کو جستجو کہتے ہین
ذلت سمجھے ہوے ہین گمنامی کو
رسوائی کو لوگ آبرو کہتے ہین

نرگس کو چمن مین ہمنے حیران دیکھا
شبنم کو سرِ شام سے گریان دیکھا
جز حسرت دگر بہ حاصل دید نہین
آنکھون کو کبھی کسی نے خندان دیکھا

انسان بھی ہم ہوے تو کیا خاک ہوے — گو صاحب عقل و فہم و ادراک ہوئے
طاہر نہوے مرنے پہ بھی غسل کیا — جبتک نہوے خاک نہ ہم پاک ہوئے

مسجد ہو کہ بتکدہ کہ میخانہ نہ ہو — ہو سبحہ کہ زنار کہ پیمانہ نہ ہو
پابندی رسم ہے بہر حال وحید — آزاد جو ہونا ہو تو دیوانہ ہو

مدت کے بعد نذر ہے یہ ہدیۂ سخن
بادا قبول خاطر تو اے سیدِ زمن

غزل جناب مرزا ثاقب قزلباش لکھنوی

دیر ہوئی کہ آسمان بر سر اختلاف ہے — ایک مجھی پہ ہے عتاب سب کی خطا معاف ہے
جل کے بھی مین نے اف نہ کی لعنت دل وہی رہی — برسون دھوان اٹھا کیا پھر بھی یہ سینہ صاف ہے
راستی وفا تجھے کس سے مقابلہ پڑا — شیوۂ حسن مہ رخان ہی تو گزاف و لاف ہے
وقت ہی امتحان کا کھینچ سکو خدا کرے — خیر برا ہون مین تو ہون تیغ تو خوش غلاف ہے
واہ ری ہمت کرم آتش عشق پھونک کر — مین نے کہا خطا ہوئی دل نے کہا معاف ہے
خواہش امتیاز سے مل گئی عیب کو جگہ — کیسی ہی ٹھیک بات ہو حسن کو اختلاف ہے
مطلب شادی و الم کن مین نہان ازل سے تھا — عالم حسن و عشق بھی جلوۂ نون و کاف ہے
آمد و رفت مین ہین محو حسرت و غم کے قافلے — کعبۂ دل کے گرد روز ایک نیا طواف ہے
آپکا تھا گناہگار مین نہ کہ ابر و باد کا — میرا مزار تھا جہان اب وہ زمین صاف ہے
خوب تھا قصۂ قفس سنتے جو میرے ہمنوا — قید مین ہون کہ مر گیا اسمین بھی اختلاف ہے
ثاقب دلحزین تجھے دوست کوئی ملے تو کیون — ایک وہی نہین خفا سارا جہان خلاف ہے

سیرۂ فاروقی

عہد خلافت راشدہ کا ایک اسوۂ حسنہ

جناب مولوی سید حسن مرتضیٰ صاحب شفق رضوی حمادپوری

عہد فاروق مین جب فتح ہوا شام کا ملک — حامل رایت نصرت ہوئی جانباز سپاہ
اہل تثلیث کا قبلہ تھا جو بیت المقدس — شرک کو آ کے وہان بھی نہ ملی جائے پناہ
جھک پڑی ہیبت اسلام سے سجدے کو صلیب — ہوا توحید کا خود خانۂ قدوس گواہ
جلوۂ حق سے ہوئی ظلمت باطل کافور — چہرۂ ظلم ہوا عدل کی دہشت سے سیاہ
رعب سے دبکے ہوے صلح کے خواہان آخر — شیر کے حملون کی جب تاب نہ لاے روباہ

دی خبر حضرت فاروق کو اصحاب نے یہ — لائین تشریف یہان آپ بصد عظمت و جاہ
اسطرح بے سر و سامان وہ چلے جانب شام — کہ کہان جاتے ہین یہ بھی نہ تھے اکثر آگاہ
چلتے چلتے جو قریب آ گیا بیت المقدس — اونٹ منزل کا تھکا ماندہ نہ چل سکتا تھا راہ
جسم اطہر مین ادہر ایک عبا پارینہ — اور ادہر دھوم تھی آتا ہے مسلمانون کا شاہ
لوگ پوشاک نئی لاے بدلنے کے لئے — نہ جچی نظرون مین وہ فقر تھا منظور نگاہ
ابتو وہ ذوق خود آرائی و خود بینی ہے — لذت نفس کے پیچھے ہین مسلمان تباہ
کھو گئے جتنے تھے اخلاق حمیدہ ہم مین — اب کہان صدق! کہان عدل کہان خوف اله
کون تھے آئے تھے کس کام کو کیا اسکی خبر — کیا تھے کیا ہو گئے اسکو بھی نہین جانتے آہ
خو کہان آئی کہ نہین تو بھی شفق وہ باتی — اور اسپر ابھی باقی ہین ہم انا للہ

غزل فارسی

شادم کہ دل آلائشِ پندار ندارد — آئینہ صافست کہ زنگار ندارد

ہر کس کہ شناسندۂ رازست ہمانا — برلب سخن از سبحہ و زنّار ندارد

ای وای بر آنکس کہ وجودش ہمہ عشق ست — با ہر کسے دل بازد و دلدار ندارد

دم سردی ضبطست کہ دل سوختۂ تو — در ہجر تف آہِ شرربار ندارد

خاکِ قدمت ریخت جنون تا بسرِ من — دل حسرتِ آرائشِ دستار ندارد

بربام بیا زانکہ تماشائی حسنت — ذوقِ نظر از روزنِ دیوار ندارد

گیرم کہ تہی گشت سبو بادہ کش دہ — میخوار تو اندیشۂ بسیار ندارد

واعظ نتوان زد دم از افسانۂ الفت — این آن بود افسانہ کہ ہشیار ندارد

گلبانگ انا الحق ہم از آئینِ تو دست — منصورِ تو با خود رسن و دار ندارد

کیفیتِ صہبائے سخن برد ز ہوشم — سرمستیم اندازہ و مقدار ندارد

نیرؔ بود این گفتہ تو معجزۂ نطق

در بزم کس این شیوۂ گفتار ندارد

ابو الحسنات ندوی نیرؔ

مطبوعاتِ جدیدہ

گیتان جلی، سر رابندر ناتھ ٹیگور یعنی ہندوستان کے وہ مایۂ ناز شاعر جنکی شاعرانہ فضیلت کو دنیا کا سب سے بڑا ادبی انعام دیکر یورپ نے بھی تسلیم کیا ہے، گیتان جلی انکی نظمون کا مجموعہ ہے، انکی اصلی زبان بنگالی ہے، جس سے خود مصنف نے انگریزی مین ترجمہ کیا، مولوی نیاز فتحپوری ندوی ملک کے شکریہ کے مستحق ہین کہ انھون نے اردو مین ٹیگور کے خیالات منتقل کیے، اسمین شک نہین کہ اصل زبان مین جسقدر محاسن کلام ہوتے ہین وہ غیر زبان کے ترجمے مین نہین آسکتے، لیکن عام طور پر جو خصوصیات کلام ہوتے ہین وہ ترجمہ مین بھی نہین چھپ سکتے، طرز ادا کا حسن، خیالات کی رنگینی، تخیل کی وسعت، اور جذبات و افکار کی بوقلمونی، یہ ٹیگور کی شاعری کی معنوی خصوصیات ہین جو ترجمہ مین بھی باقی ہین، زبان صاف اور سلجھی ہوئی اختیار کیگئی ہے، یہ الگ بات ہے کہ ٹیگور کی شاعری کی بنیاد ہی چونکہ نزاکت بیان اور لطافت خیال پر ہے، اسلئے اکثر نظمون کو بغور اور بکرات و مرات پڑھنے کی ضرورت پڑتی ہے، ادب اردو مین یہ ترجمہ قابل قدر اضافہ ہے، امید ہے کہ شائقین ادب اس سے پوری دلچسپی لین گے، لکھائی چھپائی صاف، عمدہ، صفحات ۱۱۱ تقطیع چھوٹی،

انسانی قربانیان۔ عربی مین "ضحایا البشریہ" ایک رسالہ ہے جسکا موضوع تمدنی و معاشرتی غلطیون کی اصلاح ہے، شام کے عیسائی فاضل اہل قلم "ندرہ نقولا" کی یہ تالیف ہے، مولوی محمد حسنین صاحب مجوی نے اسکو اردو مین منتقل کیا ہے، اگرچہ اصل بیان مین جو لطافت دلآویزی اور زور بیان ہے، وہ ترجمہ مین نہین، تاہم موجودہ حالت مین بھی مترجم کی کوششین قابل تحسین ہین، اسکے اکثر مضامین عورتون کی اصلاح حالت سے متعلق ہین، اور گو مولف نے اصلاح معاشرت پر اپنی وطنی رسوم و رواج کے لحاظ سے بحث کی ہے، لیکن مشرقی دنیا مین معاشرت و تمدن کے امراض ہر جگہ یکسان ہین،

ہے اس قسم کے مضامین ہر ملک کی بیداری کا ذریعہ بن سکتے ہین، زبان صاف اور طرز بیان عمدہ ہے، تقطیع چھوٹی، ۱۱۱ صفحے، قیمت ۸ر، دائرہ ادبیہ یحییٰ گنج لکھنؤ۔

ثمرۂ احسان۔ از مولوی حکیم سید محمد اسحاق صاحب مونگیری، اس رسالہ مین احسان کے فواید اور محسن کشی کے بُرے نتایج کو ایک قصہ کے پیرایہ مین بیان کیا گیا ہے، اصل واقعہ کی نسبت مصنف کا دعویٰ ہے کہ یہ پٹنہ کا سچا قصہ ہے، اس قسم کی تحریرون کے لئے طرز ادا کی تاثیر بیحد ضروری ہے اگر یہ نہو تو کوشش بیکار رہے، اسمین انداز بیان کی کمزوریان بہت ہین، زبان بھی فارسی اختیار کی گئی ہے، جو بہت ہی معمولی درجہ کی ہے، بلکہ بعض مقامات پر غلطیون سے بھی خالی نہین، بہتر ہوتا اگر اردو زبان اختیار کیجاتی، اور سرسری طریقۂ بیان کو چھوڑ کر موثر طریقۂ ادا اختیار کیا جاتا، تقطیع کلان، صفحے ۱۶، قیمت

تحفۂ سائنس، پروفیسر فیروز الدین مراد بی۔ اے، ایم، ایس سی علی گڈھ کالج کے سائنٹفک مضامین کا جو مجموعہ گذشتہ سال شایع ہوا تھا، خوشی کی بات ہے کہ اس قسم کے خشک مضامین کو اب پبلک بشوق پڑھنے لگی ہے، اور اسلئے صرف تین مہینے کے اندر اسکے دوسرے اڈیشن کے شایع کرنے کی ضرورت پڑی، یہ اڈیشن چھپکر شایع ہوگیا ہے، اس کتاب پر گذشتہ سال کے معارف جون ۱۸ء مین ریویو ہوچکا ہے، اس طبع ثانی مین مصنف نے بعض باتین اضافہ بھی کی ہین اور چند فوٹو بھی زیادہ کئے ہین، ضخامت ۳۷۶ صفحے، قیمت عہ، مصنف کے پتہ سے طلب کیجئے۔

تمام شد

دائرۃ المعارف

یعنی

رسالہ معارف کی گذشتہ جلدین

جن مین سے ہر جلد ۲۷۶ صفحون پر مشتمل ہی، اور مذہبی

علمی، تاریخی، اصلاحی، تعلیمی، ادبی اور تنقیدی مباحث وتحقیقات

سے مالامال ہی۔

فرمائش کے وقت مجلد یا غیر مجلد کی تفصیل کردینی چاہیے،

قیمت ہر جلد مجلد للعہ، غیر مجلد للعۂ۔

مسعود علی، ندوی، مینیجر دار المصنفین

اعظم گڈھ،